حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

سیرت ائمہ پر مستند اور مختصر کتب کا سلسلہ

تحریر: مجلس مصنفین ادارہ در راہ حق قم (ایران)

دار الثقافۃ الاسلامیۃ پاکستان

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

تحریر:

مجلس مصنفین ادارہ در راہِ حق۔ قم ایران

ترجمہ

سید احمد علی عابدی

یکے از مطبوعات

دار الثقافۃ الاسلامیۃ پاکستان

۲۔ بے۔ ۵/۴۔ ناظم آباد نمبر ۲ کراچی

نام کتاب ـــــــــــــــ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

تحریر ـــــــــــــــ ادارہ در راہ حق ـ قم ـ ایران

ترجمہ ـــــــــــــــ سید احمد علی عابدی

ناشر ـــــــــــــــ دارالثقافۃ الاسلامیہ پاکستان

تاریخ اشاعت ـــــــــــــــ شوال ۱۴۱۲ھ اپریل ۱۹۹۲ء

ابتدائے سخن

تشیع کی باعظمت تاریخ جو واقعی اسلام کی تاریخ ہے اس کے ہر صفحہ پر ایسے راست باز انسانوں کے درخشندہ چہرے ہیں جو اپنے زمانے میں کشتی نجات اور گمراہیوں کے لئے چراغ ہدایت تھے۔

اصلی اور غیر تحریف شدہ اسلام سقیفہ کے ہولناک درے سے انقلاب ایران کے سرسبز میدانوں تک ہمیشہ ان عظیم ہستیوں کی صورت میں تجلی کرتا رہا اور ان بزرگ ہستیوں کے علم و فضیلت کا بلند ترین درخت ان راہ رووں کے سروں پر سایہ رحمت بنا رہا جو حقیقت کے عاشق و دلدادہ تھے۔ خدا اور محمدؐ کے اسلام کو جابر و سرکش افراد کے دست برد سے محفوظ اور جدا تلاش کر رہے تھے۔

تشیع اسلام کے آسمان پر عشق و اطاعت کا ایسا چشم گیر سلسلہ ہے جو سلمان و ابوذر جیسے روشن ستاروں سے شروع ہو کر علمبردار آزادی حضرت میرزائی شیرازی اور رہبر انقلاب آقائی خمینی پر ٹوٹتا ہے۔ کون ہے جو نہیں جانتا کہ عقیدہ و عمل کا یہ چشمۂ شیرین دریائے وحی و نبوت کی موج ہے۔ میدان ایثار و امید کے یہ پاکباز سپاہی گلستان امامت و عصمت کے شاخ و برگ ہیں۔

خاندان پیغمبر اسلامؐ کے افراد نے راہ رسولؐ کی حفاظت ہمیشہ اپنا خون دے کر کی ہے۔ اپنے قوی اور طاقتور شانوں پر قرآن اور توحید کے خورشید تابان کو حمل کیا ہے۔ یہی سب سے عظیم سبب ہے جس کی بنا پر اسلام فرزندان وقت کے دست برد سے محفوظ رہ سکا اور اس حقیقت سے انکار صرف وہی کر سکتا ہے جو آنکھ و دل کا اندھا ہو کہ دشمنان اسلام کی طرف سے جو بھی پتھر حضرت محمد مصطفیٰؐ کی زخمی پیشانی پر پڑا اور متولیان کفر کے ترکش کا ہر تیر جو آنحضرت کے ماتھے پر لگا ہے وہ خواہ کسی بھی شکل و صورت میں ہو۔ وہ یا ائمہ معصومین علیہم السلام کے سینہ پاک میں پیوست ہوا ہے یا ان کے سچے ماننے والوں کے سروں پر اس نے جگہ بنائی ہے۔

ہاں! ہمارے معصوم ائمہ کا سینہ ہربلا کے لئے سپر تھا تاکہ اسلام شکستہ نہ ہونے پائے اور دور دراز صدیوں میں حق و حقیقت کے متلاشی افراد حقیقی اسلام کے چشمۂ زلال تک پہنچ سکیں۔ اور یہ چشمۂ اسلام کفر و ستم کے خس و خاشاک سے پاک و صاف رہ سکے۔ اور دیکھا گیا ہے کہ سچے عاشق اس چشمۂ زلال تک پہنچے ہیں جبکہ دشمنوں نے اس چشمۂ زلال کو خس و خاشاک سے پاٹنے کے لئے کوئی بھی حربہ و حیلہ فروگذاشت نہیں کیا اور نہ کوئی دقیقہ اٹھا رکھا۔

ہمارے آقا و سردار ' آسمان امامت کے چھٹے آفتاب ہیں جو وقت اور موقعیت کے لحاظ سے اس سلسلہ میں سب سے زیادہ درخشندہ ہیں۔ آپ کے علوم کی روشنی نے اسلام کو نورانی ماحول میں وہ حیات نو دی ہے جو درخشندگی اس سے قبل خون حسین اور شہادت حسینی نے دی تھی۔ ان دونوں چیزوں نے حقیقی اور واقعی اسلام میں حیات جاوید پھونک دی ہے۔

ہمارا مذہب جعفری ہے ہمیں اس نسبت پر افتخار ہے کیونکہ اسلام اگر حضرت محمد مصطفیٰؐ کا اسلام ہے تو اس کے پیغام کو خون حسینؑ اور اس کے بیان کو جعفر صادق کی تربیت و پرورش میں دیکھنا چاہئے اور اگر اسلام طاقتوروں ' جابروں اور دشمنانِ خاندانِ رسالت کا اسلام ہے تو ہم ایسے مسلمان نہ ہونے پر فخر کرتے ہیں۔

ہمارے مولا و آقا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ہمارے ایمان و عقیدے پر وہی حق ہے جو جہاد علیؑ، صلح حسنؑ، خون حسینؑ اور حضرت زہرا و زینبؑ کے آنسوؤں کا ہے اگر اسلام وہی ہے جو مسند پر غاصبانہ جگہ دلوائے ' حضرت زہرا کو رنجیدہ کرے تو ہم اس بات کا اعلان و

اعتراف کرتے ہیں کہ ہم کبھی ایسے مسلمان نہ تھے۔ اور خدا کو گواہ قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم کبھی بھی ایسے اسلام کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کریں گے۔ کیونکہ وہ اسلام جس میں اہل بیتؑ کو الگ کر دیا گیا ہو۔ اور غاصبوں کی تجلی گاہ و آماجگاہ بن گیا ہو اور امثال معاویہ 'یزید' ہارون اور متوکل .... اس کے متولی ہوں۔ وہ ہرگز حضرت جعفر صادق علیہ السلام کا اسلام نہیں ہے۔ لہذا وہ ہمارا اسلام بھی نہ ہوگا۔

امام عالی قدر حضرت جعفر صادق علیہ اسلام نے اپنے علمی انقلاب سے معارف اسلام کے افق کو اتنی زیادہ وسعت دی کہ دربار خلافت اس کے نورانی فواروں کو روک نہ سکے اور سد راہ نہ بن سکے۔ دیکھتے ہیں کہ ایک ہی نسل کے بعد جب آٹھویں امام حضرت علی رضا علیہ اسلام نیشاپور میں قدم رکھتے ہیں تو ہزارہا ہزار افراد سراپا اشتیاق بنے ہوتے ہیں امام کی آواز سننے کے لئے ہمہ تن گوش ہیں۔ اگر اس دور کا موازنہ کیا جائے حضرت امام زین العابدینؑ کے دور سے کہ جس وقت اہل بیت رسالت کو اسیر کر کے شام لے جایا جارہا تھا اور دربار خلافت کے پروپیگنڈے کی بنا پر اہل بیت کو بیگانہ تصور کیا جارہا تھا کہ جنہوں نے اسلام کے خلاف قد علم کیا ہے اسی کے ساتھ ساتھ نیشاپور اور شام کی مسافت کو بھی نظر میں رکھا جائے۔ تو اس بات کا بخوبی اندازہ ہوجائے گا کہ حضرت امام صادق علیہ السلام کا علمی انقلاب کہاں تک پہنچ گیا تھا اور کس قدر موثر واقع ہوا تھا۔

فیضان امام کا وسیع دسترخوان ہر ایک کے لئے عام تھا جس سے نہ صرف مطیع و منقاد استفادہ کرتے تھے بلکہ مخالفین بھی اس سے بہرہ مند ہوتے تھے۔

یہ بات سب ہی جانتے ہیں کہ فقہ اہلسنت کے پہلے امام حضرت امام ابو حنیفہ کو اس بات پر فخر تھا کہ انہوں نے حضرت جعفر صادق علیہ اسلام کے محضر درس میں دو سال گذارے ہیں انہیں دو برسوں کو اپنی تمام علمی موشگافیوں کی بنیاد قرار دیتے تھے اور کہتے تھے کہ لولا السنتان لهلک النعمان اگر وہ دو سال نہ ہوتے تو نعمان (ابو حنیفہ) ہلاک ہوگیا تھا۔ (التحفہ الاثنا عشریہ ص ۸ بنابر نقل الامام الصادق ج ۱ ص ۷۰)

حضرت امام صادق علیہ اسلام کے مدرسہ میں نامور حضرات نے مختلف علوم میں تربیت

حاصل کی جن میں ہر ایک معارف اسلامی کی تاریخ کا درخشندہ ستارہ ہے۔ فقہ میں جناب زرارہ اور محمد بن مسلم ' فلسفہ اور علم کلام میں ہشام اور مومن طاق ' معارف و عرفان میں مفضل اور صفوان ' ریاضیات اور تجرباتی علوم میں جابر بن حیان .... اور بہت سے باعث فخر افراد جنہوں نے مختلف اسلامی علوم و فنون کی بنیاد رکھی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے علوم ادبیہ کا فیضان اتنا زیادہ چشم گیر اور خیرہ کنندہ ہے کہ ۱۳ صدی گذرنے کے بعد دانشوران یورپ نے ان کی تعلیمات میں غور و فکر اور بحث و جستجو کا کام شروع کیا ہے اور متعدد کتابیں تحریر کی ہیں۔ یہ تمام چیزیں فضیلت امام کا صرف ایک گوشہ ہیں کیونکہ آفتاب کی شعاعوں سے استفادہ درخت کا ایک پتہ کرتا ہے اس کی تعریف و توصیف سے کوئی عقل مند اس بات کا مدعی نہیں ہوسکتا کہ اس نے آفتاب کی تعریف و توصیف کی ہے۔

یہ مختصر سا رسالہ جو اس وقت آپ کی نگاہوں کے سامنے ہے ہم نے اس میں اس بات کی کوشش نہیں کی ہے کہ اس میں امام عالی مقام کی زندگی کے تمام رخ پیش کئے جائیں کیونکہ یہ کام ہمارے امکان سے باہر ہے۔ بلکہ سعی صرف اس بات کی 'کی گئی ہے کہ امامؑ کی زندگی کے بعض تابناک گوشے پیش کئے جائیں۔

امید ہے کہ یہ مختصر رسالہ مسلمان بھائی بہنوں اور خاص کر عزیز جوانوں کے لئے جاذب نظر اور مفید ثابت ہوگا۔ ومن اللہ التوفیق

ادارہ در راہ حق۔ قم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا قائم آل محمدؑ

زندگی امامؑ پر ایک نظر

نام:۔ جعفر

کنیت:۔ ابو عبداللہ

لقب:۔ صادق

پدر بزرگوار:۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام (شیعوں کے پانچویں امام)

ولادت:۔ ۱۷ ربیع الاول ۸۳ھ (۱)

والدہ ماجدہ:۔ ام فروہ ' امام علیہ السلام نے اپنی والدہ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ میری والدہ پرہیزگار ' باایمان ' اور باکردار عورتوں میں تھیں (۲)

حیات:۔ ۶۵ سال

مدت امامت:۔ ۳۴ سال ۱۱۴ھ سے ۱۴۸ھ تک

حاکمان وقت:۔ ہشام بن عبدالملک ' ولید بن یزید بن عبدالملک ' یزید بن ولید ' ابراہیم بن ولید ' مروان حمار ' یہ خاندان بنوامیہ کے افراد تھے ۔ خاندان

بنی عباس سے سفاح اور منصور دوانقی (۳)

فرزندان :۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ' اسماعیل ' عبداللہ ' محمد دیباج ' اسحاق علی عریضی ' عباس ' ام فروہ ' اسماء اور فاطمہ ' سات فرزند اور تین دختر

شہادت :۔ ۲۵ شوال ۱۴۸ھ

مدفن :۔ جنت البقیع (مدینہ منورہ)

اخلاق امام

ہمارے تمام امام اپنے زمانے میں اخلاق اور تعلیمات اسلامی کا مجسم نمونہ تھے جیسا کہ آپ خود اپنے ماننے والوں سے فرمایا کرتے تھے کہ کونوا دعاتہ الناس بغیر السنتکم "تم لوگوں کو اپنے عمل اور کردار کے ذریعہ دعوت دو"۔

ائمہ علیہم السلام کی ساری زندگی تعلیمات اسلامی کا مکمل درس تھی کوئی بھی اسلامی قوانین کا ان سے زیادہ پابند نہ تھا کسی "معروف" کا حکم نہ دیتے تھے مگر یہ کہ سب سے پہلے اور سب سے زیادہ اس پر عمل کرتے تھے کسی "منکر" سے منع نہیں فرماتے تھے مگر یہ کہ سب سے زیادہ اس سے اجتناب کرتے تھے یہی وجہ تھی کہ آپ کے مدرسہ کے تربیت یافتہ افراد زندگی کے ہر شعبہ کے لئے ائمہ علیہم السلام کی حیات پاک سے درس لیتے تھے اور اس پر عمل کرکے ایک سچے اور باوقار مسلمان بنتے تھے جو کہ ہر زمانہ کے لئے ایک نمونہ تھے اور ہر فرد کے لئے ایک درس۔

امام ششم علیہ السلام کے اخلاق و کردار کے چند گوشے ملاحظہ ہوں۔

امام کام کرتے تھے

(۱) عبدالاعلی کا بیان ہے کہ :۔

گرمی کے ایک سخت دن میں ' میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو مدینہ کی ایک راہ پر دیکھا کہ آپ کسی کام کے لئے تشریف لے جارہے ہیں۔

میں نے عرض کی آپ پر قربان ہو جاؤں وہ قرب اور قرابت جو آپ کو خدا اور اس کے رسول سے حاصل ہے۔ اس گرم ہوا میں آپ نے اپنے کو کیوں اس زحمت میں مبتلا کیا ہے؟

امام نے فرمایا میں روزی حاصل کرنے باہر آیا ہوں تاکہ تم جیسے لوگوں سے بے نیاز اور

مستغنی ہو جاؤں۔ (۵)

(۲) ابن عمرو شیبانی کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو اس حال میں دیکھا کہ آپ کے جسم اطہر پر ایک موٹا لباس تھا اور باغ میں بیلچہ لئے کام کر رہے تھے اور آپ کی پیشانی سے پسینہ کے قطرے ٹپک رہے تھے۔

عرض کی: آپ پر قربان ہو جاؤں بیلچہ مجھے عنایت فرمایئے میں آپ کی جگہ پر کام کروں۔

فرمایا مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں معیشت کے حصول کے لئے تمازت آفتاب کو برداشت کروں۔ (۶)

مناسب نفع کے ساتھ تجارت

(۳) امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے "مصادف" نامی صحابی کو ایک ہزار دینار دے کر تجارت کے لئے مصر بھیجا مصادف نے اس رقم سے تجارت کا سامان خریدا اور دوسرے تاجروں کے ساتھ مصر روانہ ہو گیا۔ انہوں نے منزل مقصود کے نزدیک ایک قافلہ سے ملاقات کی جو مصر سے لوٹ رہا تھا ان لوگوں سے اپنے سامان کے بارے میں دریافت کیا جو عام ضروری سامان پر مشتمل تھا کہ مصر کے بازار میں اس کی کیا حیثیت ہے۔ قافلہ والوں نے جواب دیا کہ تم لوگ جو سامان اپنے ہمراہ لے جا رہے ہو وہ مصر میں نایاب ہے۔

مصادف اور اس کے ساتھی جو مصر جا رہے تھے جب انہیں بازار مصر کا حال معلوم ہوا تو ان سب نے آپس میں یہ معاہدہ کیا کہ ہم اپنے سامان کو دوگنی قیمت سے کم پر فروخت نہیں کریں گے۔ اور ان لوگوں نے یہی کام کیا بھی جس کے نتیجے میں مصادف کو ہزار دینار کا فائدہ ہوا۔

یہ سب لوگ مدینہ واپس آگئے۔ مصادف امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور ہزار ہزار دینار سے بھری ہوئی دو تھیلیاں امام کی خدمت میں پیش کیں۔ اور کہا کہ اس میں ایک آپ کا اصل سرمایہ ہے اور دوسرا نفع تجارت ہے۔

امام نے پوچھا اتنا زیادہ فائدہ کس طرح حاصل ہوا؟

مصادف نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ مصر میں ہمارے سامان کی نایابی تھی اور ہم تاجروں نے آپس میں یہ معاہدہ کیا تھا۔

امام نے فرمایا سبحان اللہ مسلمانوں کو نقصان کے لئے آپس میں یہ معاہدہ کرتے ہو کہ سامان کو دوگنی قیمت سے کم پر فروخت نہ کرو۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے ان میں سے ایک تھیلی کو قبول کرلیا جو اصل سرمایہ پر مشتمل تھی اور دوسری تھیلی کو قبول نہیں کیا۔ اور فرمایا کہ اس فائدہ سے جو ناانصافی سے حاصل کیا گیا ہے بے نیاز ہوں۔ اے مصادف راہ حلال سے مال کا حاصل کرنا کافی دشوار ہے۔ (۷)

رفع اختلاف کے لئے سرمایہ گذاری

(۴) میراث کے سلسلے میں ایک شخص اور اس کے رشتہ دار کے درمیان اختلاف تھا اور نوبت جنگ و جدال تک پہنچ گئی۔ امام کے صحابی جناب "مفضل" وہاں سے گذر رہے تھے جب انہوں نے اس منظر کو دیکھا تو ان دونوں کو اپنے گھر لے گئے اور چار سو درہم دے کر ان دونوں کے درمیان صلح کرادی۔ اور یہ چار سو درہم خود اپنے پاس سے دیئے۔ اس کے بعد مفضل نے ان دونوں سے کہا کہ رفع اختلاف کے لئے جو رقم میں نے تم لوگوں کو دی ہے وہ میری ذاتی نہیں تھی بلکہ وہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی تھی۔ اور آنحضرت نے مجھے حکم دیا ہے کہ جس جگہ دو شیعوں کے درمیان آپس میں اختلاف ہو آپ کے مال کے ذریعہ ان کے درمیان صلح کرادی جائے۔ (۸)

امام اور دسترخوان شراب

(۵) ہارون ابن جہم کا بیان ہے کہ میں "حیرہ" (حیرہ کوفہ کے نزدیک ایک شہر ہے جہاں منصور دوانقی امام علیہ السلام کو زبردستی لایا تھا) میں تھا ایک فوجی افسر نے اپنے گھر لوگوں کو مدعو کیا ان میں امام جعفر صادق علیہ السلام بھی شامل تھے کھانا لایا گیا۔ ایک آدمی نے پانی طلب کیا پانی کی جگہ جام شراب پیش کیا گیا۔ امام علیہ السلام کھڑے ہوگئے۔ اور فرمایا رسول خدا نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ شخص رحمت الٰہی سے دور ہے اور ملعون ہے جو ایسے دسترخوان پر بیٹھے جہاں شراب پی جارہی ہو۔ (۹)

شراب خوار کو روکنا

(۶) منصور کے حکم سے بیت المال کا خزانہ کھلا ہوا تھا۔ اور ہر ایک کو اس میں سے کچھ نہ

کچھ دیا جا رہا تھا۔ " شقرانی " بھی ان لوگوں میں سے تھا جو بیت المال سے اپنا حصہ لینے کے لئے وہاں آئے ہوئے تھے۔ لیکن وہاں کوئی ایسا نہ تھا جو شقرانی کو پہچانتا ہو تاکہ اس کے ذریعے اپنا حصہ لے سکے۔ شقرانی کے اجداد میں ایک رسول خدا کے غلام رہ چکے تھے جس کو رسول خدا نے آزاد کر دیا تھا۔ لہٰذا شقرانی کو آزادی اپنے جد سے میراث میں ملی تھی۔ اسی نسبت سے شقرانی کو (مولیٰ رسول اللہؐ) یعنی آزاد کردہ رسول خدا کہتے تھے۔ یہ نسبت شقرانی کے لئے باعث افتخار تھی اسی بنا پر شقرانی اپنے کو خاندان رسالت سے منسلک اور وابستہ سمجھتے تھے۔

شقرانی کی نگاہیں کسی آشنا کی تلاش میں سرگرداں تھی تاکہ اس کی مدد سے بیت المال سے اپنا حصہ لیا جاسکے اسی اثنا میں شقرانی کی نگاہ امام جعفر صادق علیہ السلام پر پڑی۔ امام کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی حاجت بیان کی امام علیہ السلام تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر میں شقرانی کا حصہ لے آئے۔ جیسے ہی شقرانی کے ہاتھ پر اس کا حصہ رکھا بہت ہی نرمی اور لطافت سے ارشاد فرمایا

اچھا کام ہر ایک سے اچھا ہے اور تم کو جو خاندان رسالتؐ سے نسبت حاصل ہے اگر وہی کام تم انجام دو گے تو بہت اچھا ہے اور برا کام ہر ایک کے لئے برا ہے لیکن تم کو ہم سے نسبت حاصل ہے لہٰذا اگر وہی کام تم انجام دو گے تو بہت ہی برا ہے۔

امام نے شقرانی سے یہ جملات ارشاد فرمائے اور آگے بڑھ گئے۔

یہ جملات سن کر شقرانی کو یہ معلوم ہو گیا کہ امام کو اس کے راز یعنی شراب خواری کی اطلاع ہے اور یہ جانتے ہوئے کہ وہ شراب خوار ہے امام اس سے محبت سے پیش آئے اور محبت بھرے لہجے میں اس کو اس کے عیب کی طرف متوجہ کیا جس کی بنا پر اس کے ضمیر نے اس کی ملامت کی اور شرمندہ ہوا۔ (۱۰)

غلام آزاد کرنے کی شرط

(۷) ابراہیم بن بلاد کا کہنا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے ایک آزاد کردہ غلام کی سند آزادی دیکھی اس میں امام نے تحریر فرمایا تھا۔

جعفر بن محمد نے اس غلام کو رضائے الٰہی کی خاطر آزاد کیا ہے اور اس غلام سے کسی قسم کے

اجر اور شکریہ کا خواہاں نہیں ہے۔ ب شرطیکہ نماز پڑھے ' زکوۃ دے ' حج بجالائے 'ماہ مبارک رمضان کے روزے رکھے خدا کے دوستوں کو دوست رکھے اور خدا کے دشمنوں سے بیزار رہے اور اس سند پر تین اشخاص نے تصدیق کی تھی۔ (۷)

ایک خدا شناس فقیر کے سامنے

(۸) مسمع بن عبدالملک کا بیان ہے کہ ہم لوگ منیٰ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھے انگور کھارہے تھے اتنے میں ایک سائل نے آکر امام سے امداد کا سوال کیا امام نے اسے انگور کا ایک خوشہ دیا لیکن اس نے قبول نہیں کیا اور کہا اگر پیسہ ہو تو عنایت فرمایئے۔ امام نے فرمایا خدا دے گا۔

سائل چلا گیا اور پھر واپس آیا اور وہی انگور کا خوشہ مانگا۔ امام نے فرمایا خدا دے گا اور اس کو کوئی چیز نہیں دی۔

ایک دوسرا سائل آیا امام نے اس کو انگور کے تین دانے مرحمت فرمائے اس نے وہ دانے لے لئے اور کہنے لگا شکر ہے اس خدا کا جو عالمین کا پیدا کرنے والا ہے اور مجھے روزی عنایت فرمائی۔

امام نے اپنے دونوں ہاتھوں کو انگور سے بھرا اور اسے عنایت فرما دیئے۔ سائل نے وہ انگور لئے اور کہنے لگا شکر ہے اس خدا کا جو عالمین کا پروردگار ہے۔

امام نے فرمایا یقیناً پھر اپنے غلام سے سوال کیا کتنے پیسے تمہارے پاس ہیں۔ غلام کے پاس بیس درہم تھے۔ امام نے وہ بیس درہم بھی اس سائل کو دے دیئے سائل نے کہا خدایا تیرا شکر یہ نعمت تجھ سے ہے تو یکتا ہے تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔

امام نے فرمایا: ذرا ٹھہرو! امام نے اپنا پیراہن مبارک اتار کر اس کو دیا اور فرمایا اس کو پہنو سائل نے وہ لباس پہنا اور کہا ' خدایا تیرا شکر ہے مجھے لباس عنایت کیا اور پہنایا امام کی طرف رخ کر کے کہنے لگا خدا آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

مسمع کا بیان ہے کہ ایسا لگ رہا تھا کہ اگر وہ اس بار امام کے لئے دعا نہ کرتا اور صرف شکر

خدا پر اکتفا کرتا تو امام اس مرتبہ بھی کچھ نہ کچھ اس کو ضرور عطا فرماتے اور یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہتا۔ (۱۲)

عبادت امام

(۹) مالک بن انس کا بیان ہے کہ حضرت جعفر بن محمد ہمیشہ روزہ رکھتے یا نماز پڑھتے یا پھر ذکر خدا میں مشغول رہتے آپ کا شمار عباد و زہاد میں ہوتا تھا بہت زیادہ حدیث بیان کرتے آپ کی نشست بہترین اور پر فائدہ تھی جس وقت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے تھے تو آپ کا رنگ متغیر ہو جاتا ایک سال سفر حج میں میں آپ کے ہمراہ تھا احرام باندھتے وقت آپ کی حالت دگرگوں ہو گئی، یہاں تک کہ آپ لبیک بھی نہ کہہ پا رہے تھے اور اس قدر مضطرب تھے کہ عنقریب سواری سے زمین پر تشریف لائیں۔ میں نے عرض کی۔ "اے فرزند رسول" لبیک کہئے اس کا کہنا ضروری ہے۔

فرمانے لگے کیسے لبیک اللھم لبیک کہوں جبکہ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ خدا میرے جواب میں کہے "لا لبیک ولا سعدیک۔ تمہاری لبیک قبول نہیں ہے"۔ (۱۳)

تسلیم و رضا

(۱۰) قتیبہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے آپ کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے ایک صاحبزادے مریض تھے میں ان کی عیادت کے لئے امام کے گھر گیا۔ گھر کے سامنے امام سے ملاقات ہوئی امام اس وقت بہت افسردہ اور محزون تھے۔ میں نے صاحبزادے کا حال دریافت کیا فرمایا خدا کی قسم وہ جانے والے ہیں۔ امام گھر کے اندر تشریف لے گئے اور کچھ دیر بعد باہر تشریف لائے اس وقت آپ مطمئن نظر آرہے تھے امام کی حالت دیکھ کر خوش ہوا اور امید ہوئی کہ صاحب زادے کی حالت بہتر ہو گئی۔ لہٰذا میں نے دوبارہ صاحبزادے کی خیریت دریافت کی امام نے فرمایا کہ انتقال ہو گیا۔ میں نے تعجب سے دریافت کیا آپ پر فدا ہو جاؤں جس وقت صاحبزادے زندہ تھے اس وقت تو آپ غمگین اور پریشان تھے اور اب جب

انتقال ہوگیا ہے تو آپ پریشان نہیں ہیں۔
فرمایا ہم ایسے خانوادہ سے تعلق رکھتے ہیں کہ قبل از مصیبت غمگین اور پریشان رہتے ہیں اور جب قضائے الٰہی جاری ہوجاتی ہے تو اس کی رضا پر راضی اور اس کے حکم کے سامنے تسلیم رہتے ہیں۔ (۱۴)

حلم و بردباری

(۱) حفص بن ابی عائشہ کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے ایک خادم کو ایک کام کے لئے بھیجا خادم نے دیر کی۔ امام اس کی تلاش میں نکلے دیکھا کہ وہ ایک گوشے میں پڑا غافل ہوکر سورہا ہے۔ امام اس کے سرہانے بیٹھ گئے اور آہستہ آہستہ پنکھا جھلنے لگے جب وہ بیدار ہوا تو امام نے اس سے فرمایا بخدا یہ بات تیرے لئے سزاوار نہیں ہے کہ تو دن رات سوئے بلکہ رات تیرے لئے ہے کہ تو اس میں آرام کرے اور دن میں ہمارے لئے کام کرے۔ (۱۵)

غریبوں کی مدد

(۲) معلی بن خنیس کا بیان ہے کہ برسات کی ایک رات امام جعفر صادق علیہ السلام ظلہ بنی ساعدہ (وہ جگہ جہاں فقرا جمع ہوتے اور آرام کرتے تھے) کی طرف جارہے تھے میں بھی امام کے پیچھے پیچھے ہولیا راستہ میں جو چیز امام اپنی پشت پر رکھے تھے اس میں سے کچھ گرا امام نے فرمایا بسم اللہ خدایا۔ جو چیز زمین پر گری ہے اسے مجھے واپس کردے۔
میں آگے بڑھا اور سلام کیا فرمایا معلی تم ہو عرض کی جی آپ پر قربان ہوجاؤں فرمانے لگے ہاتھ سے تلاش کرو جو تمہیں ملے اسے مجھے دو۔
تلاش کرنے پر چند روٹیاں ملیں جن کو میں نے امام کو دے دیا ایک تھیلہ میں روٹیاں بھری ہوئی تھیں۔ اور وہ کافی بھاری لگ رہا تھا۔ عرض کی آپ پر قربان ہوجاؤں مولی مجھے اجازت دیجئے تاکہ اس تھیلہ کو میں اٹھاؤں۔
فرمانے لگے نہیں میں اس کام کے لئے زیادہ سزاوار ہوں۔ لیکن میرے ساتھ آؤ میں امام

کے ساتھ ہولیا اور محلہ بنی ساعدہ تک پہنچے چند غرباء وہاں سو رہے تھے ۔ امام نے ہر ایک کے لباس کے نیچے ایک یا دو روٹیاں رکھیں اور کسی ایک کو بھی نظر انداز نہیں کیا پھر ہم واپس چلے آئے میں نے دریافت کیا آپ پر قربان ہو جاؤں کیا یہ لوگ شیعہ ہیں۔

فرمایا نہیں اگر یہ ہمارے شیعہ ہوتے تو ہم اس سے زیادہ ان کی مدد کرتے ۔ (۱۶)

ہشام بن سالم کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی روش یہ تھی کہ راتوں کو روٹی گوشت اور پیسے وغیرہ ایک تھیلے میں رکھ کر اپنے کاندھے پر حمل کرتے تھے ۔ اور اسے مدینے کے غریبوں کے درمیان تقسیم کر دیتے تھے ان میں سے کوئی امام کو نہیں پہچانتا تھا ہاں جس وقت امام کی شہادت واقع ہوئی اور یہ امداد بند ہوگئی اس وقت لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہ ہستی امام جعفر صادق علیہ السلام کی تھی ۔ (۱۷)

امام اور والیان حکومت

۸۳ ھ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی ولادت ہوئی جس وقت بنی امیہ کے پانچویں ظالم و جابر حکمراں عبدالملک بن مروان کی حکومت تھی ۔ ۱۱۴ھ میں اپنے والد ماجد حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی شہادت کے بعد منصب امامت پر فائز ہوئے اس وقت آپ ۳۱ سال کے تھے ۔ اور اس وقت ہشام بن عبدالملک کی حکمرانی تھی۔

خاندان بنی امیہ کے وہ حکمران جو امام کی ولادت سے ۱۳۲ ھ تک رہے جبکہ اموی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا ۔ ان کے نام اور ان کی مدت حکومت حسب ذیل ہے۔

۱:۔ عبدالملک بن مروان ۶۵ ھ سے ۸۶ ھ تک حکومت کے آخری تین سال وہ ہیں جو امام کی ولادت ۸۳ ھ کے بعد گزرے۔

۲:۔ ولید بن عبدالملک	۹ سال اور ۸ مہینہ
۳:۔ سلیمان بن عبدالملک	۳ سال اور ۳ مہینہ
۴:۔ عمر بن عبدالعزیز	۲ سال اور ۵ مہینہ
۵:۔ یزید بن عبدالملک	۴ سال اور ۱ مہینہ

۶:۔ ہشام بن عبدالملک ۲۰ سال جن میں ۱۲ سال امام جعفر صادقؑ کی امامت کے ہمعصر رہے۔
۷:۔ ولید بن یزید بن عبدالملک ایک سال
۸:۔ یزید بن ولید ۶ مہینہ
۹:۔ ابراہیم بن ولید ۲ مہینہ یا چار مہینہ
۱۰:۔ مروان حمار ۵ سال اور چند مہینہ

۱۳۲ھ میں بنی عباس سے شکست کھانے کے بعد اور اسی سال ماہ ذالحجہ الحرام میں مروان حمار کے قتل ہونے کے بعد بنی امیہ کی حکومت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

تقریباً ایک صدی تک بنی امیہ کی حکومت رہی اور یقیناً یہ دور تاریخ اسلام کا ایک تاریک ترین دور ہے اسلام اور امت اسلام بنی امیہ کے ناپاک اغراض و مقاصد کے لئے کھلا ہوا میدان تھے لوگوں کی کوئی قدر و قیمت ان کی نظر میں نہ تھی۔ سارے کے سارے مسلمان اور خاص کر اہل بیت اطہار علیہم السلام سخت ترین ماحول میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ بنی امیہ کے حکمرانوں میں سے عبدالملک نے ایک خطبہ میں لوگوں کو مخاطب کر کے کہا۔

"جو کوئی مجھے تقویٰ اور پرہیزگاری کی دعوت دے گا میں اس کی گردن اڑا دوں گا" (۱۹) اور جب عبدالملک کا پسر ولید تخت حکومت پر براجمان ہوا تو اس نے اپنی پہلی تقریر میں کہا تھا۔

"جو کوئی ہمارے سامنے سر اٹھائے گا اس کی گردن کاٹ دی جائے گی اور جو کوئی خاموشی اختیار کرے گا تو سکوت کا کرب اس کے لئے مہلک ثابت ہو گا۔"

مٹھی بھر بنی امیہ جو زندیق اور خدا ناشناس تھے آغاز اسلام سے دین اور پیغمبر اکرمؐ کے سخت ترین دشمن تھے کچھ بعد کے واقعات اور جنگ بدر و احد سے ہی ان کے دل بغض و کینہ سے لبریز ہو گئے تھے۔ ان کے دل میں پیغمبر اکرمؐ اور مولائے کائنات کے لئے کوئی نرم گوشہ نہ تھا لہٰذا انہیں جب بھی فرصت ملی وہ انتقام لینے سے باز نہ آئے۔ دین اسلام کو نابود کرنے۔ پیغمبر اکرمؐ اور اہل بیت اطہارؑ کی دشمنی میں جو کچھ کر سکتے تھے اس میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ اور اس کام میں حیلہ، مکر و فریب، ظلم و جور، ...... ہر ایک چیز کو روا رکھا۔

۴۰ھ میں جب مولائے کائنات کی شہادت واقع ہوئی اور معاویہ بر سراقتدار آیا تو ملت اسلامیہ بنی امیہ کے شکنجوں میں آگئی اور شیعوں کے لئے سخت ترین دور کا آغاز ہو گیا۔ مولائے کائنات کو برا بھلا کہنا ان کے منصوبوں میں سرفہرست تھا کربلا کا قتل عام اور حضرت سید الشہداء کی شہادت بنی امیہ کے جرائم کا عروج ہے۔

واقعہ کربلا کے پہلے اور بعد بنی امیہ نے شیعیت کی بہت سی بزرگ ہستیوں اور علویوں کو تہ تیغ کردیا صرف اس جرم میں کہ وہ اہل بیت اطہارؑ کے طرف دار تھے اور بہتوں کو سالہا سال تاریک زندانوں میں قید رکھا امام زین العابدین علیہ السلام کے صاحبزادے جناب زید نے ہشام بن عبدالملک کے زمانے میں شہادت پائی اور ہشام کے حکم سے جناب زید کے جسم اطہر کو بعد شہادت دار پر لٹکایا گیا اور چند سال بعد اتار کر جلادیا گیا۔

واقعہ کربلا اور ہمارے ائمہ علیہم السلام کی مخالفانہ روش نے لوگوں کو بنی امیہ سے متنفر کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اور آخر میں جناب زید کی شہادت سے لوگ اور بھی بنی امیہ کے ظلم وستم سے عاجز ہوگئے اور جناب زید کی شہادت بنی امیہ کے تابوت کے لئے آخری کیل ثابت ہوئی جس کے نتیجہ میں ۱۳۲ھ میں بنی امیہ کی بساط حکومت الٹ دی گئی ۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بنی عباس نے اپنے چہرے پر طرف داری حق کی نقاب ڈال کر زمام حکومت اپنے ہاتھوں میں لے لی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام بلکہ ہمارے تمام ائمہ علیہم السلام بنی امیہ کے تاریک ترین دور میں بھی ظاہر بظاہر اور پوشیدہ طور پر دین حق اور تعلیمات اسلام کی نشرو اشاعت کرتے رہے اور ستم گاروں کے خلاف مناسب موقعوں پر آواز بلند کرتے رہے اس کے ساتھ ساتھ اپنے اصحاب کو اسلامی تعلیمات سے آگاہ کرتے رہے ۔ اور ان کو حقیقی اسلام سے جو رسم و رواج کی گرد سے پاک صاف تھا آشنا کراتے رہے۔

ہشام بن عبدالملک کے دوران حکومت میں ایک سال امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے والد ماجد جناب امام محمد باقر علیہ السلام کے ہمراہ حج میں شرکت فرمائی حاجیوں کے اس عظیم مجمع میں آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا خطبہ کے ضمن میں خاندان پیغمبرؐ کی رہبری اور امامت کے بارے

میں روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا۔
حمد ہے اس خدا کی جس نے آنحضرت محمدؐ کو حق کے ساتھ بھیجا اور ہمیں ان کے ذریعہ عزت عطا کی ہم مخلوق کے درمیان اس کے منتخب بندے اور (زمین پر) اس کے جانشین اور خلیفہ ہیں جو ہماری پیروی کرتا ہے وہ ہدایت یافتہ ہے اور جس نے ہم سے دشمنی کی وہ تیرہ بخت ہے۔ (۲۰)

امام کے خطبہ کی خبر ہشام تک پہنچادی گئی مراسم حج کے ختم ہوجانے کے اور زائرین خانہ خدا کے واپس ہوجانے کے بعد ہشام نے حاکم مدینہ کو یہ حکم دیا کہ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہم السلام کو دمشق روانہ کردو۔ یہ دونوں بزرگوار دمشق تشریف لے گئے اور ہشام سے ملاقات کی۔

اس تاریک اور پر آشوب دور میں امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہم السلام کی نمایاں ترین خدمات آپ کی علمی خدمتیں ہیں۔ آپ حضرات نے علمی انقلاب کا آغاز کیا جس کے نتیجہ میں تعلیمات اسلامی کا احیاء معارف اسلامی کی حفاظت علماء اور فقہا کی تربیت اور پرورش اور ذمہ دار شخصیتیں وجود میں آئیں تاکہ دور ترین نقطۂ زمین تک اسلام اور قرآن کو بغیر کسی انحراف اور دربار خلافت کی تحریف سے محفوظ رکھ کر پیش کریں۔ احکام دین کو برپا کریں عقیدے کی کجی کو دور کریں۔ اسلام کے اصلی نقوش کی حفاظت کریں۔ دوسری چیزوں کے مقابلہ میں یہ کام زیادہ سخت اور دشوار تھا۔

بنی امیہ کی ظالمانہ سوسالہ اسلام دشمن حکومت کے زمانہ میں بھی اسلام کی حقیقی عمارت اور اصلی خدوخال ویران نہ ہوئے جبکہ اسلام کو مٹانے اور مسخ کرنے کے لئے بنی امیہ نے کوئی جتن اٹھا نہیں رکھا تھا۔ ان کی دلی خواہش تھی کہ پھر وہی دور جاہلیت واپس آجائے اس مقصد میں انہیں ظاہری اور وقتی کامیابی تو ضرور ہوئی لیکن اس مقصد میں حقیقی کامیابی ان کا مقدر نہ تھا۔ اس کی واحد وجہ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہم السلام کی رہبری اور قوانین اسلام کی حفاظت تھی۔ آپ حضرات کے طریقۂ کار نے بنی امیہ کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملادیا۔ اسلامی قوانین کی حفاظت اور تحریف سے محفوظ رکھنے کی خاطر ایک سے ایک اور اعلیٰ سے اعلیٰ شاگرد پیدا کئے' ان کی تربیت کی' ان کی رگ و پے میں اسلامی قوانین کا خون دوڑایا' ان کے

دل و دماغ اسلامی تعلیمات سے روشن کئے سماج کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرایا۔ یہ تمام چیزیں بنی امیہ کے حصول مقصد کے لئے سدراہ بن گئیں۔ آخر کار اسلام کے دیرینہ دشمن بنی امیہ اپنے مقصد میں جو اسلام کو مٹانا تھا سخت ناکام ہوگئے۔

نتیجۃً بنی امیہ کی ناپاک حکومت کی پوری عمارت ڈھیر ہوگئی اور ان کی جگہ بنی عباس نے لے لی۔

بنی عباس پیغمبر اسلامؐ کے چچا عباس بن عبدالمطلب کی نسل سے تھے بنی عباس نے شہدائے کربلا کے خون کا بدلہ اور بنی امیہ کے مظالم کا مقابلہ کے نام سے ابتداء کی۔ اسی عنوان کے تحت لوگوں کو اپنے ساتھ جمع کرنا شروع کیا۔ ایرانیوں کے دلوں میں جو آلِ علی سے الفت و محبت تھی اس سے خاص کر فائدہ اٹھایا اس مقصد کے تحت کہ حکومت بنی امیہ سے چھین کر اس ہستی کے سپرد کی جائے جو واقعاً اس منصب کی سزاوار ہے۔ آخر کار ابو مسلم خراسانی اور وہ ایرانی جو اس کے ساتھ تھے ان کی مدد سے بنی امیہ کی بساطِ حکومت الٹادی۔ لیکن خلافت کو امام وقت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے سپرد کرنے کے بجائے خود اس پر براجمان ہوگئے۔ اور زمام حکومت اپنے ہاتھوں میں لے لی۔

بنی عباس اسلامی قوانین کے دکھلاوے کی خوب کوشش کرتے تھے۔ آل پیغمبر کے عنوان سے اس بات کی سعی کرتے تھے کہ اپنے کو پیغمبر اسلام کے حقیقی وارث اور خلافت کا مستحق ثابت کریں۔ چونکہ اپنی حقیقت دوسروں سے بہتر جانتے تھے اور انہیں اس بات کا علم تھا کہ ہم اس منصب کے لائق نہیں ہیں۔ لہٰذا دوسرے ظالم و جابر بادشاہوں کی طرح شروع سے حضرت امام جعفر صادقؑ اور ان کے شیعوں پر سختیاں شروع کردیں۔ اس بات کی ہر ممکن کوشش کی کہ کسی طرح لوگوں کو خاندان نبوت و امامت سے دور رکھا جائے تاکہ وہ حکومت ہاتھ سے جانے نہ پائے جسے خاندان پیغمبر کے نام پر حاصل کیا تھا۔

۱۳۲ھ سے (جس سال اموی حکومت کا خاتمہ ہوا) ۱۴۸ھ تک (جس سال حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت واقع ہوئی ہے) بنی عباس کے دو بادشاہوں نے حکومت کی۔ (۱) ابوالعباس سفاح (۲) منصور دوانیقی۔ پہلے خلیفہ ابوالعباس نے چار سال حکومت کی اور دوسرے

خلیفہ منصور دوانیقی نے ۲۲ سال ۔ یعنی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت کے دس سال بعد تک حکومت کی ۔

اس تمام مدت میں خاص کر منصور کے دوران حکومت میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے بہت ہی سخت اور اذیت ناک زندگی بسر کی ۔ بسا اوقات اتنی زیادہ پابندیاں تھیں کہ کوئی شخص بھی امام سے ملاقات نہ کر سکتا تھا ۔

" ہارون بن خارجہ " کا کہنا ہے کہ ایک شیعہ امام سے یہ مسئلہ دریافت کرنا چاہتا تھا کہ ایک ساتھ تین طلاق کا حکم کیا ہے (یاد رہے کہ ایک ساتھ تین مرتبہ طلاق دینا شیعہ دینیات میں صحیح نہیں) یہ شخص وہاں پہنچا جہاں امام رہتے تھے ۔ لیکن خلیفہ عباسی نے امام سے ملاقات کو منع قرار دے دیا تھا ۔ یہ شخص اس سوچ میں پڑ گیا کہ اپنے کو کس طرح امام تک پہنچائے اسی اثنا میں ایک خوانچہ فروش کو دیکھا جس کے جسم پر بوسیدہ لباس تھا اور وہ خیار (کھیرا) بیچ رہا تھا اس نے سارے کھیرے اس سے خرید لئے اور اس کا لباس بھی عاریۃً لے کر کھیرے بیچنے کے بہانے امام کے گھر تک پہنچا امام کے گھر سے ایک خادم نے کھیرے خریدنے کے لئے اسے آواز دی یہ شخص اس طرح کھیرے بیچنے کے بہانے امام کے گھر میں داخل ہوا اور خدمت امام میں شرفیاب ہوا امام نے فرمایا کہ کیا خوب بہانہ تلاش کیا ہے اچھا بتاؤ وہ مسئلہ کیا ہے ؟

اس نے مسئلہ بیان کیا امام نے جواب میں ارشاد فرمایا اس طرح کی طلاق صحیح نہیں ہے ۲۳) منصور دوانیقی امام علیہ السلام اور آپ کے اصحاب علویوں کو جس قدر مشکلات ' سختیاں ' اذیتیں پہنچا سکتا تھا اس میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تھا اور اس سلسلہ میں بنوامیہ کی روش کو باقی رکھا گیا ۔

امام کے اصحاب " سریر " اور " عبدالسلام بن عبدالرحمان " کو قید کر دیا تھا ۔ " معلی بن خنیس " کو جن کا شمار امام کے عظیم اصحاب میں ہوتا تھا قتل کر دیا امام حسن مجتبیٰ کے پوتے " عبداللہ بن حسن " جو علویوں میں ایک مانی جانی اور عظیم شخصیت تھی کو عراق شہر بدر کر دیا ۔ وہاں کچھ دنوں قید رکھا اور آخر میں شہید کر ڈالا ۔ (۲۴)

دوسری طرف سے وہ اس بات کی پوری کوشش میں لگا رہتا تھا کہ ملت اسلامیہ اس کی طرف

مائل ہو جائے اور اس کو پیغمبر اسلام کا حقیقی جانشین اور علیِ ہجانی تصور کرے اپنے کو اہل بیت پیغمبر ثابت کرنے پر باقاعدہ مصر تھا۔ تاکہ اس طرح لوگوں کو فریب دے کر ائمہ معصومین علیہم السلام کی جگہ لے لے کیونکہ اسے معلوم تھا کہ مسلمان اہل بیت پیغمبر کے سچے معتقد ہیں اور اسی اعتقاد سے غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے بنی عباس نے بنی امیہ کا تختہ الٹا تھا۔

روز عرفہ ۹ ذی الحجہ ایک خطبہ دیتے ہوئے منصور نے کہا تھا کہ اے لوگو خدا کی طرف سے صرف میں روئے زمین کا بادشاہ ہوں، تمہارے امور صرف اس کی توفیق اور مدد سے حل کرتا ہوں بیت المال میرے ہاتھ میں ہے اور میں خدا کا خزانہ دار ہوں، میں اس کے کہنے پر عمل اور اس کے ارادے سے تقسیم کرتا ہوں۔ اس کی اجازت سے عطا کرتا ہوں۔ خداوند عالم نے مجھے اپنے خزانہ کا قفل قرار دیا ہے جس وقت وہ تمہیں کچھ دینا چاہتا ہے مجھے (میرے ہاتھوں) کو کھول دیتا ہے۔ (۲۵)

اہل خراسان کو ایک خطبہ میں مخاطب کرتے ہوئے کہا

اے اہل خراسان! خدا نے ہمارے حق کو ظاہر کیا پیغمبر کی میراث (خلافت) ہمیں واپس دلائی۔ حق اپنی جگہ پہنچا خدا نے اپنے نور کو ظاہر کیا اپنے دوستوں کو عزت دی اور ستم گاروں کو نیست و نابود کر دیا۔ (۲۶)

اس عوام فریبی سے منصور کا مقصد تھا کہ اپنے کو مقدس ظاہر کرے اور اپنے حقیقی چہرے کو چھپائے رکھے جو کہ کفر و نفاق اور پلید گی میں کسی طرح بھی بنی امیہ سے کم نہ تھا وہ اس بات کی کوشش میں لگا رہتا تھا کہ کسی طرح اسے امام صادق علیہ السلام کی موافقت حاصل ہو جائے خواہ ڈرانے اور دھمکانے سے ہی کیوں نہ حاصل ہو تاکہ عوام میں ایک وقار قائم کر سکے لیکن امام صادق علیہ السلام نے نہ صرف اس کی موافقت نہ کی بلکہ اس کی حقیقت کو واضح اور اس کی اصلی شخصیت کو بے نقاب کرنے کی ہر ممکن کوشش کی اور بنی عباس کی حیثیت ہر ایک پر روشن کر دی۔

ایک صحابی نے امام سے دریافت کیا ہمارے بعض شیعہ سختی اور تنگ دستی کی زندگی بسر کر رہے ہیں ان لوگوں سے اس بات کا تقاضا کیا جاتا ہے کہ ان کے (بنی عباسی) لئے گھر تعمیر کریں نہر

کھودیں اور مزدوری لیں یہ کام آپ کی نظر میں کیسا ہے؟

امام نے فرمایا:

مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ ان کے (بنی عباس) لئے ایک گرہ لگاؤں یا ایک سطر کھینچوں اس کے بدلے کتنا ہی زیادہ پیسہ کیوں نہ دیں۔ کیونکہ جو لوگ ستم گاروں کی مدد کرتے ہیں وہ لوگ قیامت میں آتش جہنم میں ہیں۔ یہاں تک کہ خدا بندوں کے درمیان حکم کرے۔ (۲۷)

فقہاء کے بارے میں آپ کا ارشاد ہے کہ:

فقہاء پیغمبر کے امانتدار ہیں اگر سلاطین کی طرف مائل ہوں (ستمکاروں کا ساتھ دیں) تو ان سے بدگمان ہو جاؤ اور ان پر اطمینان مت رکھو۔ (۲۸)

امام علیہ السلام خطوط اور اپنی ملاقاتوں میں منصور کو صاف لفظوں میں ٹوکتے تھے منصور نے امام کو ایک خط لکھا کہ "دوسروں کی طرح آپ ہمارے پاس کیوں نہیں آتے"؟

امام نے جواب میں تحریر فرمایا:

"ہمارے پاس دنیاوی کوئی چیز نہیں ہے تاکہ تم سے ڈریں تمہارے پاس اخروی اور معنوی کوئی چیز نہیں ہے تاکہ اس کے لئے تم سے لو لگائیں نہ تو تم نعمتوں میں گھرے ہوئے ہو تاکہ تمہیں اس کی مبارکباد دوں اور نہ تم اپنے کو مصیبت میں مبتلا دیکھتے ہو تاکہ تمہیں میں تسلی دوں تو آخر کس لئے تمہارے پاس آئیں؟۔

منصور نے لکھا: آیئے اور ہمیں نصیحت فرمایئے!

امام نے جواب میں تحریر فرمایا:

"جو دنیا دار ہے وہ تمہیں نصیحت نہیں کرے گا۔ اور جو اہل آخرت ہے وہ تمہارے پاس آئے گا نہیں۔ (۲۹)

ایک دن امام علیہ السلام منصور کے پاس تھے اتفاق سے ایک مکھی نے منصور کو ستانا شروع کیا جس قدر وہ مکھی بھگاتا تھا وہ اس سے دور ہوتی ہی نہیں تھی۔ اور بار بار منصور کے چہرے پر بیٹھ جاتی تھی۔ منصور نے عاجز ہو کر امام سے کہا "آخر خدا نے مکھی کیوں پیدا کی ہے۔"؟

امام نے بے جھجک جواب دیا لیذل بہ العجابرہ تاکہ ظالم و جابر کو ذلیل و رسوا کرے یہ جواب سن کر منصور مبہوت سا ہو گیا۔ (۳۰)

امام حاکم مدینہ کے سامنے

عبداللہ بن سلیمان تمیمی کا بیان ہے کہ:

"جس وقت جناب عبداللہ بن حسن بن الحسنؑ کے دو فرزند جناب "محمد اور ابراہیم" کو حکومت عباسی نے شہید کیا اس وقت منصور نے "شیبہ بن غفال" نامی ایک کارندے کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا شیبہ مدینہ آیا اور اس نے جمعہ کے دن مسجد میں بالائے ممبر خطبہ دیا اور کہا کہ یقیناً علی ابن ابی طالب نے مسلمانوں کے درمیان اختلاف ڈالا اور اہل ایمان سے جنگ کی۔ وہ حکومت اپنے لئے چاہتے تھے اور یہ نہیں چاہتے تھے کہ حکومت اس کے اہل تک پہنچ جائے لیکن خدا نے انہیں حکومت سے محروم رکھا ان کے بعد ان کی اولاد نے بھی اسی راہ فساد کو اختیار کیا اور حکومت کے خواہاں رہے جبکہ ان میں اس کی لیاقت نہیں اسی بنا پر دنیا کے مختلف گوشوں میں قتل کئے جاتے ہیں اور اپنے ہی خون میں نہاتے ہیں۔"

تمام لوگوں کو شیبہ کی یہ بات سخت ناگوار گذری مگر کسی میں سخن کا یارا نہ تھا جو اس کا جواب دیتا اسی اثنا میں ایک شخص اٹھ کھڑا ہوا جس کے بدن پر اون کا موٹا کپڑا تھا گویا ہوا:

"ہم خدا کی حمد کرتے ہیں اس کے آخری پیغمبر اور انبیاء کے سردار حضرت محمدؐ اور تمام انبیاء پر درود بھیجتے ہیں جو کچھ تو نے خوبیاں بیان کی ہیں اس کے ہم سزاوار ہیں لیکن جتنی برائیاں تو نے پیش کی ہیں اس کا تو اور منصور زیادہ مستحق ہے"۔

پھر لوگوں کی طرف رخ کر کے فرمانے لگے۔

"کیا میں تمہیں اس بات سے آگاہ نہ کروں کہ قیامت کے دن کس کا پلہ اعمال سب سے ہلکا ہوگا اور کون سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا؟ یہ وہ شخص ہے جس نے اپنی آخرت منصور کی دنیا کے لئے بیچ دی ہے"۔

لوگوں کا ہیجان ختم ہو گیا اور حاکم مدینہ بغیر کچھ کہے مسجد سے نکل گیا۔ اس وقت میں نے

دریافت کیا یہ شخص کون ہے جس نے حاکم مدینہ کو منہ توڑ جواب دیا۔ لوگوں نے کہا یہ حضرت امام جعفر بن محمد صادق علیہ السلام تھے۔ (۳۱)

امام اور جناب زید بن علیؑ

جناب زید چوتھے امام حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے فرزند ارجمند تھے اور اسلام کی ایک برجستہ شخصیت تھے۔ آپ صدق و صفا' علم و تقویٰ کا ایک تابناک منارہ تھے۔

جناب زید نے اس وقت قیام کیا جب بنی امیہ کی سختیاں اور پابندیاں عروج پر تھیں۔ آپ نے شجاعت کے ساتھ جنگ کی اور آبرو مندی کے ساتھ شہید ہو گئے' نور اور تقویٰ سے لبریز زندگی بسر کی۔ تاریخ ساز قیام اور حیات بخش شہادت اس پرورش اور تربیت کی نشاندہی کر رہی ہے جو آپ کو خاندان امامت سے وراثت میں ملی تھی۔

علماء اسلام آپ کی بزرگی' علم' تقویٰ' فضل و کمال کے متفق طور پر معتقد ہیں ہمارے ائمہ علیہم السلام نے بھی متعدد مقامات پر آپ کی فضیلت بیان کی ہے۔ آپ کی فضیلت میں روایات کچھ اس قدر ہیں کہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "عیون اخبار الرضاء" میں ایک مستقل باب آپ کی فضیلت سے متعلق مختص کیا ہے (۳۲)۔

جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ کا کہنا ہے کہ امام زین العابدین کی اولاد میں امام محمد باقر علیہ السلام کے علاوہ جناب زید بقیہ تمام اولاد سے افضل ہیں۔ آپ زیادہ پرہیزگار' عابد' فقیہ' سخی اور شجاع تھے' امر بالمعروف اور نہی از منکر فرماتے تھے۔ (۳۳)

"ابی جارود" کا کہنا ہے:

"میں مدینہ آیا جس وقت بھی جناب زید کے بارے میں دریافت کرتا تھا لوگ یہی کہتے تھے وہ قرآن کی تلاوت کر رہے ہیں۔ (۳۴)

ہشام کا بیان ہے کہ:

"خالد بن صفوان جناب زید کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے میں نے سوال کیا ان کو کہاں دیکھا۔ کہنے لگے کوفہ کے ایک دیہات میں۔

میں نے پوچھا وہاں کس حال میں تھے ؟
کہا: جو کچھ میں جانتا ہوں وہ یہ ہے کہ وہ خوف خدا سے بہت زیادہ گریہ کرتے ہیں " (۳۵)
جناب شیخ مفید کا بیان ہے کہ :

" شیعوں کا ایک فرقہ (زیدیہ) اس بات کا معتقد ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام کے بعد زید امام وقت ہیں اس اعتقاد کا سبب یہ ہے کہ زید نے شمشیر کے ساتھ قیام کیا اور لوگوں کو آل محمدؐ کی طرف دعوت دی ۔ ان لوگوں کا گمان یہ ہے کہ ان کے پیش نظر ان کی امامت تھی ۔ جبکہ ایسا ہرگز نہیں ہے ۔ انہیں اس بات کا علم تھا کہ امام زین العابدین علیہ السلام کے بعد آپ کے بھائی امام محمد باقر علیہ السلام امام ہیں اور امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنی شہادت کے وقت حضرت جعفر صادق علیہ السلام کو امام وقت معین فرمایا ہے " ۔ (۳۶)

قیام زید

جناب زید حاکم مدینہ " خالد بن عبد الملک " کی شکایت لے کر ہشام بن عبد الملک اموی کے پاس شام تشریف لے گئے لیکن ہشام نے زید کو ذلیل کرنے کی خاطر ملاقات کا وقت نہیں دیا ۔ جناب زید نے اپنے اعتراض و شکایت اور طلب انصاف کے لئے ایک خط ہشام کو تحریر فرمایا ۔ ہشام نے اس پر کوئی توجہ نہ دی اور اس خط کے نیچے لکھ دیا کہ اپنے گھر واپس چلے جاؤ ۔ جناب زید نے فرمایا " خدا کی قسم واپس نہیں جاؤں گا " ایک مدت تک شام میں رہے یہاں تک کہ ہشام نے ملاقات کا وقت دیا لیکن ہشام نے سپاہیوں کے ایک گروہ سے کہہ رکھا تھا کہ جس وقت زید وارد ہوں انہیں گرفتار کر لیا جائے تاکہ زید ہشام سے نزدیک نہ ہونے پائیں ۔

زید مجلس میں وارد ہوئے اور بلا فاصلہ اپنی گفتگو کا آغاز کیا اور ہشام کو مخاطب کر کے کہا :
خدا کے بندوں میں کوئی ایسا نہیں ہے جسے تقویٰ اور پرہیزگاری کی نصیحت نہ کی جا سکتی ہو اور نہ کوئی بندہ اتنا گرا ہوا ہے کہ وہ تقویٰ اور پرہیزگاری کی نصیحت نہ کر سکے میں تمہیں تقویٰ الٰہی کی نصیحت کرتا ہوں خدا سے ڈرو اور پرہیزگار بن جاؤ ۔

ہشام نے توہین آمیز لہجہ میں کہا " آپ اپنے کو خلافت کا مستحق جانتے ہیں اور اس کے

امیدوار ہیں جبکہ آپ اس کی اہلیت نہیں رکھتے اور آپ کی حیثیت ایک کنیز زادہ سے زیادہ نہیں ہے۔

جناب زید نے جواب دیا:

"پیغمبری سے بڑھ کر کوئی منصب و مقام نہیں ہے۔ بعض پیغمبر جیسے جناب اسمعیلؑ جو جناب ابراہیم کے نور نظر تھے وہ بھی ایک کنیز کی اولاد تھے۔ اگر کنیز زادہ ہونا کوئی عیب کی بات ہوتی تو جناب اسمعیلؑ ہرگز پیغمبر نہ ہوتے۔ نبوت زیادہ بلند ہے یا خلافت؟ اس کے علاوہ جس کے آباؤ اجداد حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہوں اس کی ماں کا کنیز ہونا کوئی عیب کی بات نہیں ہے"۔

یہ جواب سن کر ہشام غصہ کے عالم میں اپنی جگہ سے کھڑا ہوگیا اور حکم دیا کہ زید کو باہر کر دیا جائے جناب زید نے باہر جاتے وقت فرمایا لم یکرہ قوم قط حر السیوف الا ذلوا جس قوم نے تلوار کی حدت کو اپنے لئے ناگوار جانا وہ ذلیل و خوار ہوگئی۔

یہ بات ہشام تک پہنچادی گئی اسے اس بات کا علم ہوگیا کہ زید بنی امیہ کے خلاف ضرور قیام کریں گے۔ درباریوں سے مخاطب ہو کر کہا: تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ یہ خاندان (خاندان حضرت علی علیہ السلام) نابود ہو گیا ہے مجھے اپنی جان کی قسم جس خاندان میں زید جیسے افراد ہوں وہ ختم نہیں ہو سکتا۔

زید شام سے کوفہ واپس آئے شیعہ ان کے گرد جمع ہوگئے اور ان کے ہاتھوں پر بیعت کی۔

صرف کوفہ سے پندرہ ہزار افراد نے زید کے ہاتھوں پر بیعت کی مدائن' بصرہ' واسط' خراسان ری' موصل اور دوسرے شہروں سے بھی کافی تعداد میں لوگ ملحق ہوتے رہے۔ اور جناب زید نے قیام کیا۔ (۳۷)

جنگ شروع ہوئی جناب زید کے ماننے والوں نے سستی اور کاہلی کا مظاہرہ کیا اور بعض نے تو بزدلی سے بیعت توڑ دی اور جناب زید کی نصرت سے دست بردار ہوگئے جناب زید نے جم کر مقابلہ کیا۔ باوجود یہ کہ بہت کم لوگ باقی رہ گئے تھے۔ ثبات قدم کا ثبوت دیا آخر میں ایک تیر آپ کی پیشانی مبارک پر لگا جس کے نتیجہ میں چند دن بعد آپ کی شہادت واقع ہوگئی۔ خدا اور

اس کے فرشتوں کا سلام ہو زید پر۔ جناب زید کی شہادت ماہ صفر ۱۲۰ھ یا ۱۲۱ھ میں واقع ہوئی۔

جناب زید کے بعض دوستوں نے آپ کے جسم اطہر کو رات ہی رات ایک نہر میں دفن کردیا اور اس کے اوپر پانی جاری کردیا۔ لیکن دشمنوں نے آپ کی قبر ڈھونڈ نکالی اور اپنی خباثت باطنی کا ثبوت دیتے ہوئے جسد اطہر کو قبر سے باہر نکالا اور بدن سے سر کو جدا کردیا اور سر مقدس کو ہشام کے پاس شام روانہ کردیا۔ اور جسم اطہر کو ہشام کے حکم سے ایک مزبلہ پر برہنہ لٹکا دیا۔ چند سال تک آپ کا جسم اطہر دار پر لٹکا رہا اور پرچم شہادت کی طرح ہوا میں لہراتا رہا۔ آخر کار ہشام ہی کے حکم سے جسم اطہر کو اتارا گیا۔ اور جلا دیا گیا اور پھر خاک کو ہوا میں منتشر کردیا گیا۔ (۳۸)

کیونکہ زید کے بے جان جسم سے بھی ستمگروں کو وحشت ہوتی تھی اور خوف لاحق تھا۔

جناب زید کی شہادت کی خبر نے حضرت امام صادق علیہ السلام کو کافی غمگین کیا۔ یہاں تک کہ غم و رنج کے آثار آپ کے چہرہ اقدس سے ظاہر تھے..... امام نے ابو خالد واسطی کو ایک ہزار دینار مرحمت فرمائے کہ اسے ان شہداء کے وارثوں میں تقسیم کردیا جائے جو زید کے ساتھ جنگ میں شریک ہوئے۔ (۳۹)

فضیل رسان کا بیان ہے کہ:

" جناب زید کی شہادت کے بعد امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوا جناب زید کے سلسلہ کی بات نکلی تو امام نے ارشاد فرمایا۔

" خدا ان پر رحمت نازل کرے ' مومن و عارف تھے (ہماری امامت کے معتقد تھے) وہ عالم تھے اور صادق تھے اگر کامیاب ہو جاتے تو وفا کرتے ' وہ جانتے تھے کہ خلافت کس کے سپرد کی جائے (۴۰) یعنی امام صادق علیہ السلام کی خلافت کے لئے جنگ کی اگر کامیاب ہو جاتے تو وہ لوگوں کے سامنے حقیقی و واقعی امام کو پہچنواتے "

امام کی باتوں سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ زید کا قیام صرف اس لئے تھا کہ وہ حکومت کو ظالم و ستمگر حکمرانوں کے پنجہ سے نکال کر حقیقی وارث اور واقعی حقدار امام صادق علیہ السلام کے سپرد کردیں اور زید امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہ السلام کی امامت کے پکے معترف تھے۔

آٹھویں امام حضرت علی رضا علیہ السلام نے مامون سے فرمایا:

زید علماء آل محمدؐ سے تھے ان کا غیظ و غضب خدا کے لئے تھا خدا کے دشمنوں سے جہاد کیا یہاں تک کہ راہ خدا میں درجہ شہادت پر فائز ہوگئے۔ میرے والد امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے اپنے والد امام جعفر صادق علیہ السلام سے میرے لئے روایت بیان کی کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: خدا میرے چچا زید پر رحمت نازل کرے کہ لوگوں کو آل محمدؐ کی امامت کی طرف دعوت دی۔ اگر وہ کامیاب ہو جاتے تو جس کے لئے دعوت دی تھی اس سے وفا کرتے۔ (یعنی حکومت امام وقت حضرت جعفر صادق علیہ السلام کے سپرد کر دیتے) زید نے اپنے قیام کے لئے مجھ سے مشورہ کیا تھا میں نے ان سے کہا " اگر آپ شہید ہونے کو راضی ہیں اور اس بات کے لئے تیار ہیں کہ آپ کو دار پر لٹکایا جائے تو قیام فرمایئے "

مامون نے سوال کیا: کیا وہ امامت کے مدعی نہ تھے؟

امام نے فرمایا: نہیں وہ تو لوگوں کو آل محمدؐ کی امامت کی دعوت دیتے تھے (۴۱) جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی روایت ہے۔ زید بن علیؑ نے ارشاد فرمایا:۔

ہر زمانے میں آل محمدؐ سے صرف ایک شخص امام اور حجت خدا ہوگا اور اس زمانے میں حجت خدا میرے بھتیجے جعفر بن محمد ہیں جو شخص ان کی پیروی کرے گا وہ ہرگز گمراہ نہیں ہوگا اور جو شخص ان کی مخالفت کرے گا وہ ہرگز ہدایت نہیں پائے گا۔ (۴۲)

امام کے مناظرے

بنی امیہ کی حکومت کے آخری دنوں میں اور بنی عباس کی حکومت کے ابتدائی دور میں جب دونوں خاندان اقتدار کی دوڑ میں ایک دوسرے سے برسرپیکار تھے۔ اس وقت مطلع کچھ صاف ہوا اور لوگوں نے آزادی کی سانس لی۔ اب پابندیاں کم ہو چکی تھیں۔ امام صادق علیہ السلام نے اس وقت اور فرصت سے استفادہ کرتے ہوئے ایک علمی انقلاب کا آغاز کر دیا اور مدینہ عملی طور سے ایک درسگاہ بن گیا۔ اس میں ہزاروں طالبان علم و دانش تشنگان معرفت اور مشتاقان فضیلت' امام کے محضر مبارک سے استفادہ کرنے لگے۔ امام کی علمی شہرت تمام اسلامی مرکزوں میں ہر ایک کی زبان پر تھی کہ دور دراز مقامات سے لوگ کسب فیض کے لئے امام کی بارگاہ میں

حاضر ہوتے تھے اور آپ کے بحر بیکراں سے بقدر ظرف استفادہ کرتے تھے یہاں تک کہ بہت سے غیر مسلم مفکرین بھی آپ سے بحث و مناظرے کے لئے مدینہ آتے تھے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ امام کے متعدد جوابات مختلف عقائد کے سلسلے میں تاریخ اسلام کے ابتدائی دور کے تابناک ترین صفحات ہیں۔

ایسا لگتا ہے کہ امام علیہ السلام کے جواب زمان و مکان کی موقعیت کے لحاظ سے اور مقابل کی فکر و درک کے اعتبار سے ہوا کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ بعض جوابات میں صرف مقابل کی دلیل و طرز استدلال کو باطل اور اس میں جو ضعف پایا جاتا ہے اس کو واضح کیا گیا ہے بعض میں مقابل کے ذہن میں ایک فکر اجاگر کی گئی ہے اور اس کو متوجہ کیا گیا ہے جبکہ اکثر جوابات کاملاً علمی اور فلسفی ہیں۔

امام کے تمام جوابات و مناظروں کو جمع کرنے کے لئے ایک مستقل کتاب درکار ہے ہم اس مختصر سی کتاب میں امام کے صرف بعض جوابات اور بعض مناظرات قارئین کی نذر کرتے ہیں جو کہ سادہ اور سلیس ہیں جن کا سمجھنا اور درک کرنا جوانوں کے لئے آسان ہے اور آخر میں اس رسالہ کا تذکرہ کریں گے جسے امام علیہ السلام نے توحید کے موضوع پر "مفضل" نامی صحابی کو املا کرایا تھا جو اس وقت "توحید مفضل" کے نام سے مشہور ہے۔

ا۔ "ابو منصور" کی روایت ہے کہ میرے ایک دوست نے مجھ سے بیان کیا کہ میں "ابن ابی العوجاء" اور "عبد اللہ بن مقفع" (جو دونوں دہریئے تھے) کے ساتھ مکہ میں مسجد الحرام میں بیٹھا ہوا تھا ابن مقفع نے کہا ان لوگوں کو دیکھتے ہو؟ (یہ کہہ کر حاجیوں کی طرف اشارہ کیا) ان میں کوئی ایک بھی اس لائق نہیں ہے جس کو انسان کہا جاسکے۔ مگر صرف وہ ایک مرد بزرگ جو بیٹھے ہوئے ہیں (یعنی امام صادق علیہ السلام) بقیہ سب گرے ہوئے ہیں اور حیوان ہیں۔

.... ابن ابی العوجاء نے کہا ان تمام لوگوں میں سے صرف اس ایک کو کیوں انسان جانتے ہو۔

.... ان میں بہت سی خوبیاں ہیں، علم و فضل و بزرگی ہے جو میں نے صرف ان میں دیکھی ہے کسی اور میں وہ چیزیں نظر نہیں آئیں۔

.... پس تمہارے دعویٰ کو آزمانا چاہئے اور خود ان سے دریافت کروں تاکہ میں خود اس کام کو

کروں۔

۔۔۔۔۔۔ اس ارادے کو چھوڑ دو کیونکہ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ اگر تم نے ان سے گفتگو کی تو جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ سب برباد ہو جائے گا (تمہیں تمہارے عقیدے سے کہ خدا نہیں ہے منحرف کر دیں گے)

۔۔۔۔۔۔ تمہارا مطلب یہ نہیں ہے بلکہ تم یہ چاہ رہے ہو کہ میں ان سے ملاقات نہ کروں تاکہ تمہاری بات کی حقیقت معلوم نہ ہو سکے اور تمہارا جھوٹ ثابت نہ ہو۔

۔۔۔۔۔۔ جب تمہارا میرے بارے میں یہ نظریہ ہے تو ان کے پاس جاؤ دیکھو بہت سوچ سمجھ کر بات کرنا تاکہ بھٹکنے نہ پاؤ اور حواس باختہ نہ ہونے پاؤ اور بے چوں و چرا ان کے آگے تسلیم ہو جاؤ۔ جو کچھ کہنا چاہتے ہو اسے خوب سمجھ لو کون سی چیز تمہارے لئے فائدہ مند ہے اور کون سی نقصان دہ ہر ایک پر نشان لگا لو (تاکہ گفتگو کرتے وقت حیران و پریشان نہ ہو اور اشتباہ نہ کرو)

ابن ابی العوجاء امام سے ملنے گیا میں اور ابن مقفع اپنی جگہ بیٹھے رہے جب ابن ابی العوجاء واپس آیا تو کہنے لگا اے پسر مقفع وائے ہو تجھ پر تو نے کہا وہ انسان ہے میں نے دیکھا کہ وہ بشری جنس سے نہیں ہے اگر دنیا میں صرف ایک شخص ہو جو سراپا روح ہو اور جس وقت چاہے انسانی بدن میں ظاہر ہو تو وہ صرف یہی ایک شخص ہے۔

ابن مقفع نے پوچھا: آخر کیا ہوا؟

کہنے لگا: اس کے پاس گیا اور بیٹھا جب سب چلے گئے ہم اور وہ تنہا رہ گئے انہوں نے گفتگو کا آغاز کیا اور فرمایا:

اگر بات وہی ہے (دین و ایمان) ۔۔۔ جو یہ لوگ کہتے ہیں (یہ کہہ کر مسلمانوں کی طرف اشارہ کیا) اور یقیناً ایسا ہی ہے (یعنی 'قیامت' سب برحق ہے) اس صورت میں یہ لوگ کامیاب ہیں اور تم سعادت سے دور ہو اور ہلاک ہو جاؤ گے ۔۔۔۔ اور اگر حقیقت وہ ہے جو تم کہتے ہو (یعنی خدا ' آخرت نہیں ہے) جبکہ ہرگز ایسا نہیں ہے تو اس صورت میں تم اور سارے مسلمان ایک جیسے ہیں (یعنی مسلمان جو ایک دین کے معتقد تھے وہ کسی ہلاکت میں نہیں پڑیں گے کیونکہ بفرض محال تمہارے کہنے کے مطابق خدا اور آخرت کچھ بھی نہیں ہے حساب و کتاب

کا کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے موت ہر چیز کی انتہا ہے تو اس صورت میں مسلمانوں کا کوئی نقصان نہیں ہے کیونکہ مرنے کے بعد تم اور وہ سب ایک جیسے ہوں گے نہ وہ عذاب میں مبتلا ہوں گے اور نہ تم لیکن اگر بات وہ ہوئی جو مسلمان کہتے ہیں تب تو مسلمان پار نکل جائیں گے اور تم ہلاک ہو جاؤ گے۔

میں نے کہا خدا آپ پر رحمت نازل کرے یہ تو بتائے کہ ہم کیا کہتے ہیں اور ان کا کیا کہنا ہے ۔ ہمارے اور ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے ہم سب ایک ہی چیز کے معتقد ہیں۔

فرمایا۔ تمھاری اور ان کی بات کیسے ایک ہے؟ درانحالیکہ یہ لوگ قیامت اور جزا و سزائے اخروی کے قائل ہیں۔ خدائے آسمان کے معتقد ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ آسمانوں کو وجود خدا نے آباد کیا ہے۔ جبکہ تم یہ کہتے ہو کہ آسمان ویران ہے اور وہاں کوئی بھی نہیں ہے۔

میں نے اپنا عقیدہ بیان کرنے کے لئے اس فرصت کو غنیمت سمجھتے ہوئے کہا۔

اگر حقیقت وہی ہے جس کے یہ لوگ معترف ہیں تو خدا نے کیوں اپنے آپ کو اپنی مخلوق کے سامنے نمایاں نہیں کیا۔ اور کیوں اپنی عبادت کی خود دعوت نہ دی۔ تاکہ دو آدمی بھی آپس میں اختلاف نہ رکھتے۔ اپنے کو کیوں لوگوں سے چھپائے رکھا ہے اور پیغمبروں کو بھیجا ہے۔ اگر وہ خود آتا تو یہ بات لوگوں کے ایمان لانے کے لئے زیادہ موثر ہوتی۔

فرمایا وائے ہو تم پر۔ جس نے اپنی قدرت تمھارے وجود میں ظاہر اور آشکار کی ہے وہ کیوں کر تم سے پوشیدہ ہے؟ تمھارا پیدا کرنا جبکہ تم نہ تھے' تمھیں بڑا کرنا جبکہ تم چھوٹے سے تھے' تمھیں کمزوری کے بعد طاقتور بنانا' طاقتور کے بعد پھر کمزور کر دینا' صحت کے بعد بیمار کر دینا' بیماری کے بعد صحت دیدینا' خوشی کے بعد غم' غم کے بعد خوشی دینا' معصیت کے بعد سرور' سرور کے بعد معصیت' دوستی کے بعد دشمنی' دشمنی کے بعد دوستی' سستی اور کاہلی کے بعد پائیداری' پائیداری کے بعد ناتوانی' میلان کے بعد بیزاری' بیزاری کے بعد میلان' رغبت کے بعد بے توجہی' بے توجہی کے بعد رغبت' مایوسی کے بعد امید' امید کے بعد مایوسی' علم کے بعد جہالت' جہالت کے بعد علم' یاد کرنے کے بعد بھول جانا' بھول جانے کے بعد یاد آنا.....

خدا کی خلقت و قدرت کے وہ آثار جو میرے وجود میں تھے ان سب کو ایک ایک کرکے بیان

فرمارہے تھے مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ ابھی خدا میری نگاہوں کے سامنے نمایاں ہو جائے گا۔ (۳۳)

۲۔ عبداللہ دیصانی جو خدا کا معتقد نہ تھا۔ امام صادق علیہ السلام کے گھر گیا۔ اجازت حاصل کرکے گھر میں داخل ہوا اور بیٹھا۔ پھر عرض کی۔ اے جعفر بن محمدؑ مجھے میرے معبود کی طرف رہنمائی فرمایئے۔

امام نے فرمایا۔ تمہارا نام کیا ہے؟

دیصانی بغیر کچھ کہے اٹھ کھڑا ہوا اور باہر چلا گیا جب اس کے دوستوں نے یہ ماجرا سنا تو پوچھا۔ آخر تم نے اپنا نام کیوں نہیں بتایا۔

کہنے لگا۔ اگر میں کہتا میرا نام "عبداللہ" ہے۔ تو وہ فوراً پوچھتے کہ یہ کون اللہ ہے جس کا تو عبد ہے۔

دوستوں نے کہا۔ واپس جاؤ اور کہو مجھے معبود کی طرف رہنمائی فرمایئے۔ لیکن میرے نام کے بارے میں سوال نہ فرمایئے۔

دیصانی پھر امام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی مجھے معبود کی طرف رہنمائی فرمایئے لیکن میرا نام دریافت نہ کیجئے۔

امام نے فرمایا۔ بیٹھو!

امام کے چھوٹے صاحبزادے کے ہاتھ میں ایک انڈا تھا اور وہ اس سے کھیل رہے تھے۔ امام نے صاحبزادے کے ہاتھ سے وہ انڈا لے لیا۔ اور فرمایا۔

اے دیصانی! یہ ایک بند قلعہ ہے جس کی جلد مستحکم ہے، اس مستحکم جلد کے نیچے ایک نازک جلد ہے اس نازک جلد کے اندر پگھلا ہوا سونا اور پگھلی ہوئی چاندی ہے لیکن وہ ایک دوسرے میں مخلوط نہیں ہوتے اور اسی طرح رہتے ہیں۔ نہ اس میں سے کوئی چیز باہر آتی ہے کہ اس کی سلامتی کے بارے میں باخبر کرے اور نہ کوئی خراب کرنے والی چیز اس میں داخل ہو سکتی ہے تاکہ ہمیں اس کی اندرونی خرابی سے مطلع کرے۔ کسی کو نہیں معلوم اس سے جنس نر وجود میں آئے گی یا جنس مادہ۔ جب یہ شگافتہ ہوتا ہے تو اس سے رنگا رنگ مور باہر نکلتا ہے۔ آیا ان تمام (عجائب) کے بعد اس بات کے معترف نہیں ہو کہ اس کا کوئی مدبر اور خالق ہے؟

دیصانی سوچ میں ڈوب گیا۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ پھر سر بلند کیا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمدؐ خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ امام اور حجت ہیں ساری مخلوقات پر۔ میں اپنے ماضی سے شرمندہ ہوں۔ اور توبہ کرتا ہوں (۴۳)

۳۔ ہشام سے روایت ہے کہ ایک زندیق نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اپنے سوالات کے ضمن میں پوچھا۔ خدا کیا ہے؟

امام نے فرمایا۔

وہ شے ہے لیکن تمام اشیاء کے برخلاف اس بات سے میرا مقصد اس کے معنی و مفہوم کو ثابت کرنا ہے یہ کہ وہ شے ہے حقیقتاً وہ ہے اس کا وجود ہے وہ موجود ہے۔ لیکن نہ وہ جسم ہے نہ شکل ہے' نہ اسے دیکھا جاسکتا ہے اور نہ اسے لمس کیا جاسکتا ہے' نہ حواس پنجگانہ اس کا ادراک کرسکتے ہیں اور نہ وہم و خیال سے اسے درک کیا جاسکتا ہے۔ ہلاکت و نابودی کا اس کے یہاں گزر نہیں ہے' کمی اور نقصان کا وہاں سوال نہیں ہے۔ اور نہ زمانے کا تغیر و تبدل اس پر اثر انداز ہوسکتا ہے۔

کیا آپ اس بات کے معتقد ہیں کہ وہ دیکھتا اور سنتا ہے؟

وہ دیکھتا ہے وہ سنتا ہے' وہ بغیر عضو کے سنتا ہے اور بغیر کسی وسیلہ کے دیکھتا ہے' وہ اپنے نفس سے دیکھتا ہے۔ میں یہ جو کہہ رہا ہوں کہ وہ اپنے نفس سے سنتا ہے اور اپنے نفس سے دیکھتا ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ کچھ اور ہے اور اس کا نفس کچھ اور ہے۔ یہ عبارت تو میں نے صرف سمجھانے کے لئے استعمال کی ہے۔ اسی بنا پر کہتا ہوں کہ وہ تمام وجود سے سنتا ہے۔

اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ وہ اپنے تمام وجود سے سنتا ہے' اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کے وجود کا کوئی جز بھی ہے' یہ تو میں صرف تمہیں سمجھانے کے لئے یہ الفاظ استعمال کررہا ہوں۔ میرا مطلب صرف یہ ہے کہ وہ سنتا ہے' دیکھتا ہے' جانتا ہے' یہ تمام چیزیں اس کی ذات میں تعداد اور اختلاف کا سبب نہیں ہیں اور نہ ان کے معانی کے درمیان کوئی تفاوت ہے۔

پس وہ ہے کیا؟

وہ رب ہے' معبود ہے' اللہ ہے۔ میری مراد رب اور اللہ سے حروف ا' ل' ہ اور "ر" اور "ب" نہیں ہے۔ بلکہ میرا مقصد اس کے معانی وجودی ہیں کہ وہ تمام اشیاء کا خالق ہے وہ ان کا بنانے والا ہے' ان الفاظ سے میری مراد وہ معانی ہیں جو اللہ' رحمٰن' رحیم اور عزیز کے ناموں سے مراد لئے جاتے ہیں۔ وہ خدا ہے' معبود ہے' صاحب عزو جلال ہے۔

لیکن وہ تمام چیزیں جنہیں ہم سوچتے ہیں' فکر کرتے ہیں ان سب کو مخلوق پاتے ہیں۔

اگر ایسی بات ہوتی تو عقیدہ' توحید ہم پر لازم نہ کیا گیا ہوتا۔ کیونکہ وہ چیز جسے ہم سوچ نہ سکتے ہوں فکر نہ کرسکتے ہوں اس کی ہمیں تکلیف نہیں دی گئی ہے کہ ہم اس کو ضرور حاصل کریں۔ لیکن ہمارا کہنا یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو حواس کے ذریعہ ہم تک پہنچے اور ہمارے حواس تک محدود رہ جائے' ہمارے احساس میں اس کی کوئی شکل و صورت ہو کہ اس کا مثل تصور کیا جاسکتا ہو وہ مخلوق ہے (نہ کہ ہر فکر) لہٰذا معرفت خدا کے لئے ان دو صورتوں کو اختیار نہ کریں (۱) نفی کی صورت۔ نفی کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کا بالکل انکار ہی کر بیٹھیں اور یہ درست نہیں ہے۔ (۲) تشبیہ۔ اس کو کسی چیز کی شبیہ و مثل قرار نہ دیں۔ کیونکہ ایک دوسرے سے مشابہ ہونا یہ مخلوقات کی صفت ہے مخلوقات کی ترکیب و تالیف ان اجزاء سے ہے (ذات واجب کے یہاں اجزاء اور ترکیب کا سوال ہی نہیں ہے) پس اثبات صانع کے لئے ہمیں لازمی طور پر یہ راہ اختیار کرنی ہوگی' چونکہ مخلوقات اس کے محتاج ہیں اور سب اس کے بنائے ہوئے اور پیدا کردہ ہیں' ان کا صانع' ان کا بنانے والا ان کے علاوہ کوئی اور ہے جو ان جیسا نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ان جیسا ہوگا تو ان کے مشابہ ہوگا۔ اور جب مشابہ ہوگا تو خدا میں بھی ان کی طرح ترکیب و تالیف پائی جائے گی۔ اور ان تمام چیزوں کا اس صفت میں بھی مشابہ ہوگا کہ یہ تمام چیزیں پہلے نہ تھیں بعد میں ہوئیں' چھوٹی سے بڑی ہوئیں' سیاہ سے سفید ہوگئیں' طاقتور سے ضعیف و کمزور ہوگئیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت ساری چیزیں ہیں جن کے بیان کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (خدا ان تمام صفات سے بلند و بالا ہے)

جب آپ خدا کا اثبات کریں گے تو اس کے لئے کسی حد کے قائل ہوں گے؟

ہرگز نہیں! ہم اس کے لئے کسی بھی حد کے قائل نہیں ہوئے۔ اس کا ہم اثبات کرتے

ہیں اور نفی و اثبات کے درمیان کوئی حد نہیں ہے (تاکہ اثبات کے بعد کسی حد کی ضرورت پیش آئے)

آیا وہ ہے؟

یقیناً ہے۔ اور جو چیز نہ ہو اس کا اثبات نہیں کیا جاسکتا ہے۔

آیا اس کی کوئی کیفیت و حیثیت بھی ہے؟

نہیں! کیفیت اور حیثیت ایک صفت ہے جو کسی دوسری چیز پر احاطہ پیدا کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور اسی وقت کیفیت وغیرہ کو بیان کیا جاسکتا ہے لیکن اثبات خدا کے لئے ان دو صورتوں سے پرہیز کرنا ضروری ہے ــــ تعطیل۔ یعنی اس کو کچھ نہ جاننا اس کا انکار کرنا۔ تشبیہ۔ یعنی اس کو دوسروں جیسا جاننا۔ کیوں کہ جس نے اس کی نفی کی اس نے اس کا انکار کیا ہے، اس کی خالقیت کو الگ کردیا ہے، اور اس کو باطل جانا ہے۔ اور جس نے اس کو کسی دوسرے سے تشبیہ دی۔ تو اس نے اس کو ان صفات سے متصف کیا ہے جو خدا کے لئے سزاوار نہیں ہیں۔ لہٰذا کہنا چاہئے کہ اس کے لئے ایسی کیفیت ہے جو اس کے علاوہ کسی اور کے لئے سزاوار نہیں ہے، اور کوئی بھی اس میں اس کا شریک نہیں ہے کوئی چیز اس کا احاطہ نہیں کئے ہے۔ اور نہ اس کے علاوہ کسی اور کو معلوم ہے کہ وہ کیسا ہے۔

آیا وہ اپنے وجود سے اشیاء کے ساتھ ہے اور کسی کام کو انجام دیتا ہے؟

وہ اس بات سے کہیں بلند و بالا ہے کہ وہ اپنے وجود سے اشیاء کے ساتھ ہو اور کوئی کام انجام دے۔ کیونکہ یہ تو مخلوقات کی صفت ہے کہ وہ اپنے وجود سے ایک دوسرے کے ساتھ ہیں (ان کے کام بدن اور اعضاء و جوارح کے ذریعہ انجام پاتے ہیں) خداوند عالم کا ارادہ اس کی مشیت ہر چیز میں نافذ ہے جاری و ساری ہے۔ وہ جس چیز کو چاہتا ہے (اپنے ارادے سے) انجام دیتا ہے۔(۴۵)

رسالہ توحید مفضل

"توحید مفضل" خلقت انسان، خلقت کائنات، اثبات وجود خداوند عالم، علم، قدرت،

حکمت وغیرہ جیسے اہم موضوعات پر مشتمل ہے۔ جسے امام جعفر صادق علیہ السلام نے چار نشست میں مفضل کے لئے تفصیل سے بیان کیا ہے جسے امام کی اجازت سے مفضل لکھتے جارہے تھے۔
یہ قیمتی رسالہ علامہ مجلسی اور دوسرے علماء کرام کے ذریعہ ترجمہ ہوا (۴۶) اور طبع ہوا ہے۔ جو ہر ایک کے لئے فائدہ مند ہے۔ وہ لوگ جو توحید اور آیات الٰہی کے بارے میں غور و فکر کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے اس کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔
سید بن طاؤس نے اپنی کتاب "کشف المجتہ" میں اپنے فرزند سے وصیت کی ہے کہ اس رسالہ (توحید مفضل) کا مطالعہ کرو (۴۷) ایک دوسری جگہ فرمایا ہے اگر کوئی سفر کا ارادہ رکھتا ہے اسے اپنے ساتھ مفید کتابیں لے جانا چاہئے کہ ایک توحید مفضل ہے۔ (۴۸)
مختصر طور سے اس رسالہ کا تعارف کرتے ہیں اور برکت حاصل کرتے ہوئے اس کے بعض مطالب کا ترجمہ بھی پیش کریں گے۔
مفضل نے خود اس رسالہ کے مقدمہ میں تحریر فرمایا ہے۔
ایک روز غروب کے وقت مسجد پیغمبر میں بیٹھا ہوا تھا۔ عظمت پیغمبر اور وہ چیزیں جو خدا نے انھیں عطا فرمائی ہیں' اور جو فضیلت و شرف انھیں بخشا ہے' اس کے بارے میں غور کررہا تھا کہ ناگاہ اپنے وقت کا لامذہب ترین شخص "ابن ابی العوجاء" آپہنچا۔ اور اسی جگہ بیٹھا جہاں سے میں اس کی باتیں سن رہا تھا۔ اتنے میں اس کا ایک دوست بھی آگیا اور اسی کے پاس بیٹھ گیا۔
ابن ابی العوجاء اور اس کے دوست نے پیغمبر اسلامؐ کے سلسلے میں کچھ باتیں کہیں۔
اس کے بعد خدا کا مسئلہ چھڑ گیا اور بات یہاں تک پہنچ گئی کہ اس دنیا کا کوئی خالق اور مدبر نہیں ہے۔ اور تمام چیزیں بغیر کسی خالق اور مدبر کے ایسے ہی پیدا ہوگئی ہیں (یہ دنیا) ہمیشہ سے ایسی ہی تھی اور ایسی ہی رہے گی۔
جب میں نے یہ باتیں ان کی زبانی سنیں اس وقت مجھے سخت غصہ آیا اور میں اسے ضبط نہ کرسکا اور کہا اے دشمن خدا زندیق اور بے دین ہوگئے ہو۔ وہ خدا جس نے تمہیں بہترین شکل و صورت میں پیدا کیا' تمہیں مختلف حالات سے گزارا اور اس منزل تک پہنچایا اس خدا کا انکار کرتے ہو۔ اگر اپنے آپ میں فکر کرو' اپنے حواس و علم کی طرف رجوع کرو تو یقیناً پروردگار کے

دلائل اور اس کی خلقت کے آثار تم میں نمایاں ہیں۔ اس کی قدرت' اس کا علم' اس کی حکمت سب تمہارے اوپر آشکار ہے۔

ابن ابی العوجاء نے کہا۔

"اے مرد اگر تو متکلموں (متکلم۔ وہ اشخاص جو عقائد کے بارے میں معلومات رکھتے تھے اور اس سلسلہ میں بحث و مناظرہ کرتے تھے) میں سے ہے تو پھر میں اس انداز سے تم سے گفتگو کروں اس صورت میں اگر ہمیں لاجواب کرو گے تو ہم تمہاری پیروی کریں گے۔ اور اگر متکلموں سے نہیں ہو تو تم سے بحث کرنا بے کار ہے۔ اگر تم جعفر بن محمد صادقؑ کے اصحاب سے ہو تو وہ تو ہم سے اس طرح گفتگو نہیں کرتے ہیں۔ اور نہ وہ اس طرح بحث کرتے ہیں۔ جو کچھ تم نے اس وقت سنا وہ اس سے کہیں زیادہ متعدد بار سن چکے ہیں۔ لیکن نہ انھوں نے کبھی ہم کو گالی دی اور نہ ہمارے جواب کے لئے سخت روش اختیار کی۔ وہ بہت ہی نرم خو' بردبار' عقلمند اور حلیم ہیں کسی وقت بھی غصہ ان پر غالب نہیں آتا ہے' وہ اپنی جگہ سے ہلتے تک نہیں ہیں۔ وہ ہماری باتوں کو اور ہماری دلیلوں کو سنتے ہیں۔ جو کچھ بھی ہمارے ذہن میں آتا ہے اسے ہم بیان کردیتے ہیں اور یہ گمان ہونے لگتا ہے کہ ان پر غالب آگئے ہیں۔ لیکن وہ مختصر سی بات سے ہماری ساری دلیلیں باطل کردیتے ہیں۔ اور مختصر سی گفتگو میں ہم پر حجت تمام کردیتے ہیں۔ اس طرح سے کہ ہم اس کا جواب نہیں دے سکتے ہیں۔ اگر تم ان کے اصحاب سے ہو تو ان کے انداز سے ہم سے گفتگو کرو۔"

میں پریشان حال مسجد سے باہر آیا۔ اور ان ملحدوں کے شبہات کے بارے میں غور کررہا تھا جو انھیں خدا کے سلسلے میں تھے۔ پھر میں اپنے آقا و سردار حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں گیا۔ جب امام نے مجھے افسردہ و پریشان حال دیکھا تو پوچھا تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ میں نے ان دہریوں کی ساری گفتگو امام کی خدمت میں عرض کردی۔

امام نے فرمایا۔

"میں تمہارے لئے بیان کروں گا۔ حکمت پروردگار' خلقتِ کائنات' حیوانات' درندے' حشرات' پرندے' اور تمام جاندار' چوپائے' گیاہ' میوہ دار درخت' بے میوہ درخت' کھانے والی

سبزیاں ' نہ کھانے والی سبزیاں ' ان تمام چیزوں میں جو حکمت خداوندی ہے وہ سب تمہارے لئے اس طرح بیان کروں گا کہ عبرت حاصل کرنے والے اس سے عبرت حاصل کریں اور مومنین کی معرفت میں اضافہ کا سبب ہو ' اور کافر و ملحد حیران و سرگرداں رہ جائیں۔ کل صبح ہمارے پاس آؤ"

میں اس نایاب فرصت کو حاصل کر کے بہت ہی زیادہ خوش ہوا اور صبح کے انتظار میں رات بڑی بے چینی سے گزاری۔

پہلی نشست

صبح سویرے خدمت امام میں حاضر ہوا اجازت حاصل کر کے گھر میں داخل ہوا ' اور کھڑا رہا۔ اس کے بعد ایک دوسرے کمرے میں داخل ہوا۔ امام نے مجھے اپنے مخصوص کمرے میں طلب کیا۔ جب میں بیٹھا تو امام نے فرمایا۔

" مفضل رات صبح کے انتظار میں زیادہ طولانی ہو گئی ؟"

عرض کی۔ مولا ایسا ہی ہے۔

○ امام نے آغاز سخن فرمایا۔

" اے مفضل خدا تھا اور کچھ نہ تھا۔ وہ باقی ہے اور ہمیشہ باقی رہے گا۔ حمد وثنا اس خدا کے لئے ہے جس نے ہمیں الہام عطا فرمایا ' شکر و سپاس اسی سے مخصوص ہے کہ اس نے ہمیں اعلیٰ ترین علوم اور بلند ترین عزت و بزرگی سے نوازا ' ہمیں ساری مخلوقات پر اپنے علم سے برتری عطا کی ' اور اپنی حکمت سے ہمیں ان سب پر گواہ قرار دیا۔"

مفضل کا کہنا ہے کہ میں نے امام سے اجازت مانگی کہ جو کچھ وہ فرمارہے ہیں میں اسے لکھتا رہوں۔ امام نے موافقت فرمائی اور فرمایا۔

اے مفضل وہ لوگ جو خدا کے وجود میں شک کرتے ہیں ' وہ لوگ ہیں جو خلقت کے عجائبات سے ناواقف ہیں۔ ان کی عقل حکمت خداوندی کو درک کرنے سے قاصر ہے۔ جو کہ خدا نے دشت و دریا اور پہاڑوں کے دامن میں ودیعت کی ہے۔

ان لوگوں نے اپنی عقل کی کوتاہی اور فکر کی کمی کی بنا پر خدا کا انکار کیا ہے ' اور بصیرت کی

کمزوری نے انھیں تکذیب پر آمادہ کردیا' اور وہ خالق کا انکار کر بیٹھے یہاں تک کہ کہنے لگے کہ ان موجودات کا کوئی خالق نہیں ہے۔ اور اس کے مدعی ہیں کہ اس دنیا کا کوئی مدبر نہیں ہے جو چیز وجود میں آتی ہے وہ بے حساب اور بے انداز ہے۔ اس میں کوئی حکمت و تدبیر نہیں ہے۔ جو صفات خدا کے لئے بیان کرتے ہیں۔ خدا اس سے بزرگ و برتر ہے۔ خدا انھیں اپنی رحمتوں سے دور رکھے کہ یہ صاف اور واضح حق کو چھوڑ کر کدھر جارہے ہیں؟

یہ لوگ اپنی گمراہی اور اندھے پن میں اس نابینا گروہ کے مانند ہیں جو ایک عالیشان عمارت میں داخل ہو' جس میں بہترین قسم کے فرش بچھے ہوں' انواع و اقسام کی کھانے پینے کی چیزیں ہوں' پہننے کے لئے اعلیٰ لباس ہوں' خلاصہ ضرورت کی ہر چیز وہاں موجود ہو' ہر شے نہایت موزوں انداز سے رکھی ہو۔ اور ہر چیز اپنی مناسب جگہ پر رکھی ہو۔ اور یہ نابینا گروہ کے افراد اس عمارت میں ادھر ادھر چلیں پھریں' کمروں میں داخل ہوں' درانحالیکہ یہ لوگ نہ عمارت کو دیکھ رہے ہیں اور نہ اس میں مہیا شدہ چیزوں کا مشاہدہ کررہے ہیں۔ ان کا پیر کبھی اس طرف سے ٹکراتا ہے اور کبھی اس سامان سے جبکہ ہر چیز مناسب جگہ پر رکھی ہوئی ہے۔ لیکن ان لوگوں کی نگاہوں میں نہ اس کی کوئی ضرورت ہے اور نہ کوئی اہمیت و وقعت' ان کو یہ بھی نہیں معلوم کہ اس چیز کو یہاں کیوں اور کس لئے رکھا ہے۔ یہ لوگ اپنی نادانی اور جہالت کی بنا پر غصہ کرتے ہیں' عمارت اور عمارت کے بنانے والے کو ناسزا الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔

جو لوگ اس عالم ہستی کے نظم و ضبط اور حسن تدبیر کو دیکھتے ہوئے خالق کائنات کا انکار کرتے ہیں ان کی مثال ان اندھوں کی سی ہے۔ کیونکہ ان کافروں کے ذہن اشیاء کے علل و اسباب اور ان کے فوائد سے ناآشنا ہیں۔ اس کائنات میں حیراں و سرگرداں ادھر ادھر بھٹکتے رہتے ہیں۔ نظم' استحکام' پائیداری' خوبصورتی جو اس دنیا میں ہے اس کو سمجھتے نہیں ہیں۔ اور جب کسی ایسی چیز کو دیکھتے ہیں جس کا سبب انھیں نہیں معلوم اور ان کی عقل اس حکمت کو سمجھنے سے قاصر رہتی ہے۔ اس وقت ناسزا الفاظ استعمال کرتے ہیں اور خالق کا انکار کر بیٹھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس دنیا میں نہ کوئی نظم و ضبط ہے اور نہ کوئی تدبیر۔

امام علیہ السلام نے اس پہلی نشست میں انسان کی خلقت اور اس میں ودیعت کردہ متعدد

حکمتوں اور نعمات الٰہی کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ لیکن اختصار کے پیش نظر ہم اتنے ہی پر اکتفا کرتے ہیں اور جو امام علیہ السلام نے دوسری نشستوں میں بیان فرمایا ہے اس کے ترجمہ کی طرف قدم بڑھاتے ہیں۔

دوسری نشست

اے مفضل !۔۔۔ خداوند عالم کی حکمت اور تدبیر کے بارے میں غور و فکر کرو کہ خدا نے درندے اور شکاری جانوروں کو تیز دانت ' سخت پنجے اور چوڑا و محکم دہن عطا کیا ہے۔ جو ان کی زندگی کے لئے ضروری تھا۔ اسی طرح شکاری اور گوشت خور پرندوں کو ان کی مناسبت سے منقار اور پنجے عطا کئے ہیں۔ جس کی انہیں ضرورت تھی اگر خداوند عالم گھانس کھانے والے جانوروں کو پنجے دے دیتا جس کی انہیں ضرورت نہ تھی کیونکہ انھیں نہ تو شکار کرنا ہے ' اور نہ گوشت ہی کھانا ہے۔ اسی طرح اگر درندوں کو سم (کھر) دئے ہوتے جن کی انھیں ضرورت نہ تھی انھیں وہ چیز عطا کی جس کی ضرورت تھی اس سے انھیں محروم رکھا جس کی ضرورت نہ تھی۔ یعنی وہ اسلحہ جس کے ذریعہ شکار کرکے اپنی غذا حاصل کرتے وہ انھیں دے دیا۔

اب ذرا ایک نظر چوپائے کے بچہ پر ڈالو کہ پیدا ہونے کے بعد کس طرح اپنی ماں کے پیچھے چلتا ہے۔ اسے پرورش میں ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے۔ جو ایک آدمی کی اولاد کو ہوتی ہے۔ مثلاً گود میں لینا وغیرہ۔ کیونکہ بچے کی پرورش کے لئے عورت کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں اور انگلیاں آزاد ہیں جس سے وہ بچہ کو گود میں لے سکتی ہے اور پرورش کر سکتی ہے۔ لیکن ایک چوپائے کے بچہ کی ماں کے لئے یہ امکانات فراہم نہیں ہیں۔ لہٰذا خداوند عالم نے چوپائے کے بچہ کو پیدا ہوتے ہی اتنی طاقت اور توانائی دی ہے کہ وہ خود اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکے ' اور راہ چل سکے ' تاکہ تلف نہ ہونے پائے اور بغیر کسی مربی کی پرورش کے خود رشد و نمو کرے ' صحیح راہ کو اختیار کرے اور اپنے کمال تک پہنچے۔

مزید یہ کہ خداوند عالم نے پرندوں کے بچوں کو جیسے مرغی ' تیتر وغیرہ کے بچے جیسے ہی انڈے سے باہر نکلتے ہیں اسی وقت چلنے لگتے ہیں ' اور دانا کھانے لگتے ہیں لیکن وہ پرندے جن کے بچے

ضعیف و ناتواں ہوتے ہیں جن میں قوت پرواز نہیں ہے جیسے کبوتر اور دیگر پرندوں کے بچے' اس قسم کے بچوں کے لئے خدا نے مادر مہربان کا انتظام کیا ہے جو اپنے پوٹوں میں دانے بھر کر لاتی ہے اور اپنے بچوں کو بھراتی ہے۔ یہاں تک کہ ان ضعیف بچوں میں قوت پرواز آجاتی ہے اور وہ خود اپنا آب و دانہ حاصل کرنے لگتے ہیں۔ اسی لئے اس قسم کے بچوں کی تعداد کم ہوتی ہے بہ نسبت دوسرے پرندوں کے بچوں کے' جیسے مرغی کے بچے تاکہ مادر مہربان ان کی پرورش کر سکے اور ان کی دیکھ ریکھ کر سکے تاکہ یہ بچے تلف نہ ہونے پائیں۔

تیسری نشست

آواز اس وقت پیدا ہوتی ہے جب چیزیں ایک دوسرے سے ٹکراتی ہیں اور ہوا اسے ہمارے کانوں تک پہنچاتی ہے۔ لوگ سارا دن اور رات کے حصہ میں بھی اپنی ضرورتوں کے سلسلے میں محو گفتگو رہتے ہیں۔ اگر یہ ساری باتیں اور آوازیں ہوا میں باقی رہ جاتیں تو یہ دنیا آوازوں سے بھر جاتی اور لوگوں کا کام کاج کرنا دشوار ہو جاتا۔ کاغذ کے بدلنے سے کہیں زیادہ ہوا کے بدلنے کی ضرورت پیش آتی۔ کیونکہ وہ الفاظ و کلمات جو زبان سے نکلتے ہیں ان کی مقدار تحریر شدہ چیزوں سے کہیں زیادہ ہے۔ خداوند حکیم نے اس ہوا کو لطیف و پاکیزہ بنایا ہے اور اسے آنکھوں سے پوشیدہ رکھا ہے۔ کہ گفتگو کے اثرات ختم ہو جاتے ہیں اور مزید باتوں کو جذب کرنے کی اس میں صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ ہوا نہ فرسودہ ہوتی ہے اور نہ ضائع ہوتی ہے۔ یہی ہوا اگر تم اس کے فوائد کے بارے میں غور و فکر کرو تو یہی عبرت کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ یہ جسم کی حیات کا سبب ہے' انسان سانس لینے سے زندہ ہے۔ یہی ہوا بدن کے خارجی حصے کی اصلاح کرتی ہے' دور ترین آواز یہی ہوا ہم تک پہنچاتی ہے اور ہمارے دماغ کو خوشبو سے معطر کر دیتی ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے جس طرف سے ہوا آتی ہے اسی طرف سے خوشبو اور آواز زیادہ آتی ہے۔ گرمی اور سردی جو بدن اور نظم دنیا کے لئے نہایت ضروری ہے۔ گرمی و سردی کو بھی ہوا اپنے دامن میں لئے رہتی ہے۔

درختوں کی خلقت کے بارے میں بھی خدائے عالم و قادر کی مختلف حکمتوں پر نظر ڈالو' غور و

فکر کرو درخت کو سال میں ایک مرتبہ موت آجاتی ہے اور وہ مردہ ہوجاتا ہے اور اپنی فطری حرارت کو اپنے اندر چھپالیتا ہے اور میووں کے لئے آمادہ اور فراہم ہوتا ہے یہ درخت موسم بہار میں دوبارہ زندہ ہوتا ہے اور حرکت میں آتا ہے انواع و اقسام کے میوہ جات تمہارے لئے تیار کرتا ہے۔ ہر میوہ اپنے وقت میں اسی طرح سے لذیذ اور بہترین مٹھاس پیش کرتا ہے جس طرح سے مہمانداریوں میں ہر موقع پر مناسب شیرینی پیش کی جاتی ہے۔

اگر غور کرو تو دیکھو گے کہ پھل دار درختوں نے اپنے ہاتھوں کو میووں سے بھر کر تمہاری طرف بڑھا دیا ہے' باغ میں شاخوں نے اپنی ہتھیلی پر پھول رکھ کر تمہارے سامنے پیش کیا ہے کہ جس کو چاہو لے لو' اگر عقلمند ہو اپنے میزبان کو کیوں نہیں پہچانتے' اگر تمہارے پاس ہوش و خرد ہے تو گوناگوں لطائف و عجائبات کو دیکھ کر اپنے ولی نعمت کا شکر کیوں نہیں ادا کرتے؟ یہ تمام غذائیں' میوہ جات' سبزیاں' رنگا رنگ پھول جنہیں باغ و چمن' بوستاں' گلستان کوہ و دمن میں تمہارے لئے آمادہ کیا ہے۔ تم اس کے احسان کا انکار کرتے ہو اور اس کے حکم کی نافرمانی کرتے ہو۔ شکر کے بجائے ناشکری کرتے ہو' نعمت کے بدلے گناہ کرتے ہو۔

انار سے عبرت حاصل کرو کہ اس کی خلقت میں اس خدا کی قدرت آشکار ہے جو عطا بھی کرنے والا ہے اور توبہ قبول کرنے والا بھی ہے۔ انار کے درمیان ٹیلے ہیں جن پر چربی چڑھا دی گئی ہے ان کے چاروں طرف انار کے دانوں کو اس طرح سے جڑ دیا گیا ہے کہ ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں گویا کسی نے ان کو اپنے ہاتھوں سے چنا ہے۔ دانوں کو چند حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے اور ہر حصہ کو پردے میں لپیٹ دیا گیا ہے۔ وہ پردہ اس قدر باریک ہے کہ عقل حیران ہے پھر اس کے بعد پورے انار پر ایک مضبوط جلد چڑھا دی گئی ہے۔ انار میں ان تدابیر کو اس لئے استعمال کیا گیا۔ ہے کہ اگر انار کا اندرونی حصہ صرف دانوں سے بھرا ہوتا تو ان کے لئے غذا جذب کرنے کا کوئی راستہ نہ تھا اسی لئے دانوں کے درمیان چربی سی قرار دی اور دانوں کو اس میں لگایا تاکہ ہر ایک دانہ تک غذا پہنچ سکے۔ دانوں کے درمیان اس نازک سے پردے کو اس لئے تانا تاکہ دانے ضائع اور خراب نہ ہونے پائیں۔ اس پر مضبوط جلد اس لئے چڑھائی تاکہ وہ تروتازہ دانے گرمی' سردی اور دوسری آفتوں سے محفوظ رہیں۔ یہ چیزیں جو میں

نے تمہارے سامنے بیان کیں وہ ان بے شمار حکمتوں سے چند تھیں جنہیں خداوند عالم نے اشیاء میں ودیعت فرمایا ہے۔

چوتھی نشست

اب میں تمہارے سامنے آفتوں اور بلاؤں کے بارے میں بیان کروں گا کہ بعض جاہلوں نے انہی بلاؤں کو وسیلہ قرار دیا ہے کہ خداوند عالم اور اس کی خلقت، اس کی حکمت و تدبیر کا انکار کریں، اور ان کے وجود کو حکمت کے برخلاف تصور کریں۔ جیسے وبا، طاعون، انواع و اقسام کی بیماریاں، اولے، ٹڈیاں جو کھیتوں اور میووں کو برباد کر دیتی ہیں۔

ان کا جواب یہ ہے کہ اگر اس دنیا کا کوئی خالق اور مدبر نہ ہوتا تو آفتوں کو فتنہ و فساد کو اس سے کہیں زیادہ ہونا چاہئے تھا مثلاً نظام زمین و آسمان درہم برہم ہو جاتا، ستارے زمین پر آگرتے، یا زمین پانی میں ڈوب جاتی، یا سورج نہ نکلتا، یا دریا اور چشمے خشک ہو جاتے، پانی نایاب ہو جاتا، ہوا ساکن ہو جاتی، اور کبھی ہوا نہ چلتی، یا تمام چیزیں فاسد ہو جاتیں، یا دریا کا پانی ساری زمین کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا اور سارے ذی حیات اس میں غرق ہو جاتے، یا یہی طاعون اور ٹڈی دل جیسی آفتیں ہمیشہ رہتیں وقتی نہ ہوتیں تاکہ سب ہی چیزوں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتیں، یہ آفتیں کیوں کبھی کبھی آتی ہیں اور پھر کیوں جلد ہی ختم ہو جاتی ہیں۔

مگر نہیں دیکھتے یہ دنیا عظیم آفتوں سے محفوظ ہے جو اہل دنیا کو ختم کر سکتی ہیں۔ یہ چھوٹی چھوٹی بلائیں، آفتیں کبھی کبھار اس لئے لوگوں کو ڈراتی رہتی ہیں تاکہ یہ لوگ متوجہ ہوں یہ بلائیں اس لئے جلد ہی ختم ہو جاتی ہیں تاکہ یہ بلائیں ان کے لئے ایک موعظہ اور نصیحت ہوں اس کا برطرف کر دینا لوگوں کے لئے نعمت و رحمت ہے۔

مصیبتیں اور وہ ناخوشگوار چیزیں جو لوگوں کو پیش آتی ہیں ان کے بارے میں بے دینوں کا کہنا ہے کہ اگر اس دنیا کا کوئی مہربان اور رحیم خالق ہے تو یہ آفتیں کیوں پیش آتی ہیں؟ یہ کہنے والے یہ گمان کئے بیٹھے ہیں کہ زندگانی دنیا کو ہر قسم کے رنج و غم مصائب و آلام سے پاک ہونا چاہئے! اگر ایسا ہوتا تو فتنہ و فساد کا بازار اس قدر گرم ہو جاتا جو نہ ان کی دنیا کے لئے مفید ہوتا

اور نہ آخرت کے لئے کارمند۔

تم دیکھتے ہو کہ وہ لوگ جو نازو نعم میں پیدا ہوئے اور رفاہ و آسائش میں پرورش پائی اور پیسوں میں پلے بڑھے یہ لوگ سرکشی اور کفر میں اس حد تک پہنچ جاتے ہیں کہ فراموش کر بیٹھتے ہیں کہ وہ بھی انسان ہیں۔ اور پروردگار عالم کی مخلوق ہیں۔ یہ بھی بھلا بیٹھتے ہیں کہ ان کو بھی نقصان بھی پہنچ سکتا ہے' یا کسی بلا و مصیبت میں گرفتار ہو سکتے ہیں۔ ان کے ذہنوں میں یہ خیال تک پیدا نہیں ہوتا ہے کہ کمزوروں پر رحم یا محتاجوں کی دستگیری کریں' یا کسی مبتلائے رنج و غم پر اظہار افسوس کریں' یا نادار' ناچار پر مہربانی کریں' یا کسی مصیبت زدہ سے قلبی لگاؤ کا اظہار کریں۔

لیکن اگر انسان رنج و غم میں مبتلا ہو جائے' بلا و مصیبت میں گرفتار ہو جائے تو جاہل و غافل ہوش میں آجاتے ہیں اور بہت سے فساد و گناہ میں ملوث اپنے کئے سے توبہ کرتے ہیں۔

وہ لوگ جنھیں غم والم' رنج و مصیبت کا یہ فلسفہ پسند نہیں ہے وہ بالکل بچوں کے مانند ہیں جو تلخ دواؤں کو برا جانتے ہیں۔ وہ لذیذ غذائیں جو ان کے لئے نقصان دہ ہیں جب انھیں اس سے روکا جاتا ہے تو غصہ کرتے ہیں' علم و دانش کا حاصل کرنا ان کے لئے سخت اور دشوار ہے' اس بات سے زیادہ خوش ہوتے ہیں کہ سارا دن کھیل کود میں گزار دیں۔ ہر وہ چیز جو انھیں پسند ہے اسے کھائیں پئیں۔ ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی ہے کہ کھیل کود میں زندگی بسر کرنا' سستی و کاہلی سے کام لینا ان کے لئے کس قدر نقصان دہ ہے' دین و دنیا کسی ایک کے لئے بھی مفید نہیں ہے۔ لذیذ غذائیں ان کی صحت کے لئے کس قدر مضر ہیں اور کن بیماریوں کا پیش خیمہ ہیں' نہیں سمجھتے کہ علم و دانش حاصل کرنا ان کے لئے اچھے نتائج کا حامل ہے۔ تلخ دواؤں کا استعمال ان کی صحت کے لئے ضروری ہے۔

کتنے رنج و غم ہیں جو اپنے دامن میں خوشیاں لئے ہوئے ہیں۔ اور کتنی تلخیاں ہیں جو اپنی آغوش میں شیرینی لئے ہوئے ہیں۔

(کتاب توحید مفضل۔ ترجمہ علامہ محمد باقر مجلسی مختصر سے تصرف کے ساتھ)

دنیائے غیب

یقیناً ہمارے ائمہ معصومین علیہم السلام جو پیغمبر اسلامؐ کے حقیقی جانشین ہیں اور ان کے علم کے وارث ہیں ایسی خصوصیات کے حامل ہیں جنہیں خداوند عالم نے اپنے مخصوص پیغمبرو اولیاء کو عطا فرمایا ہے۔ ان خصوصیات میں ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ حضرات خداوند عالم سے رابطہ رکھتے ہیں اور غیب کی باتوں کو جانتے ہیں۔ جہاں وہم و گمان کا کوئی گزر نہیں ہے۔ اور وحی الٰہی کی طرح ہر قسم کے شک و شبہ سے محفوظ ہے۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ ائمہ معصومین علیہم السلام نبی یا پیغمبر نہیں ہیں لیکن دین پیغمبر کے محافظ اور ان کی امت کے رہبر اور امام ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔ " انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لانبی بعدی " تم کو مجھ سے وہی نسبت حاصل ہے جو ہارون کو موسیٰ سے حاصل تھی لیکن میرے بعد کوئی نبی یا پیغمبر نہیں ہے۔

اسلامی روایات میں ہر ایک امام سے اس قدر غیب کی خبریں نقل ہوئی ہیں کہ کسی منصف مزاج مسلمان کے لئے شک و شبہ کی گنجائش نہیں باقی رہ جاتی۔ کہ یہ حضرات خداوند عالم کے لامحدود و لامتناہی علم پر تکیہ کئے تھے جب کبھی ہدایت کے لئے ضرورت اور مصلحت ہوتی تھی تو غیب کی باتوں سے لوگوں کو باخبر کردیتے تھے۔

اب ہم نمونے کے طور پر غیب کی وہ باتیں نقل کر رہے ہیں جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بتائی ہیں۔

جناب زید بن علی علیہما السلام کی شہادت کے بعد آپ کے فرزند سید "یحییٰ" پوشیدہ طور سے ایران گئے اور کچھ دنوں بعد مشرقی ایران سے کچھ لوگوں کو اپنے پاس جمع کیا اور خلیفہ اموی کے خلاف قیام کیا مردانگی سے جنگ کی اور خوشی سے شہادت کے درجہ پر فائز ہوئے۔ آپ کے بدن کو بھی جناب زید کی طرح دار پر لٹکا دیا گیا۔ اور مدتوں وہ دار پر لٹکا رہا یہاں تک کہ ابو مسلم خراسانی نے قیام کیا اس وقت جناب یحییٰ کے جسم اطہر کو اتارا گیا اور عزت و احترام کے ساتھ دفن کیا گیا۔

جس زمانے میں یحییٰ خراسان (ایران) کی طرف جا رہے تھے اسی زمانے میں متوکل بن ہارون نامی ایک شیعہ سفر حج اور مدینہ میں امام صادق علیہ السلام سے ملاقات کر کے واپس ہوا تھا۔ اس کی یحییٰ سے ملاقات ہوئی۔

متوکل کا کہنا ہے کہ میں نے سلام کیا۔

کہاں سے آرہے ہو۔

حج سے واپس آرہا ہوں۔

مجھ سے اپنے اہل خاندان اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے بارے میں دریافت کیا جو کچھ مجھے معلوم تھا میں نے بیان کر دیا۔ اور عرض کیا کہ یہ لوگ جناب زید کی شہادت سے کتنا زیادہ متاثر اور غمگین ہیں۔

فرمایا میرے چچا محمد بن علی (امام محمد باقر علیہ السلام) نے میرے والد سے فرمایا تھا کہ ان کا انجام کیا ہوگا ...... اس کے بعد دریافت کیا۔

کیا تم نے میرے چچا زاد بھائی حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام سے بھی ملاقات کی تھی؟

جی ہاں

انہوں نے میرے متعلق کچھ فرمایا ہے؟

جی ہاں

جو میرے متعلق بیان کیا ہے اسے بتاؤ۔

جو کچھ انہوں نے آپ کے بارے میں فرمایا ہے اسے بیان نہیں کرنا چاہتا۔

کیا تم مجھے موت سے ڈرا رہے ہو۔ جو کچھ سنا ہے بیان کرو۔

حضرت نے فرمایا کہ آپ بھی قتل کئے جائیں گے اور اپنے والد کی طرح دار پر لٹکائے جائیں گے۔

تھوڑی دیر گفتگو کے بعد یحییٰ نے صحیفہ سجادیہ کا وہ نسخہ جو ان کے پاس تھا متوکل کے سپرد کیا اور کہا مدینہ جا کر اسے میرے رشتہ داروں کو دینا اور کہا۔

قسم بخدا! اگر میرے چچا زاد بھائی حضرت صادق علیہ السلام نے میرے قتل اور دار پر لٹکائے

جانے کی خبر نہ دی ہوتی تو میں یہ نسخہ ہرگز تمہارے حوالے نہ کرتا..... لیکن مجھے معلوم ہے انھوں نے جو کچھ فرمایا ہے وہ حق ہے۔ اس کو انھوں نے اپنے آباؤ اجداد سے حاصل کیا ہے (۳۹)

ابھی زیادہ زمانہ نہ گزرا تھا کہ وہی ہوا جو امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا تھا

(۴) صفوان بن یحییٰ کی روایت ہے کہ۔ جعفر بن اشعث نے مجھ سے کہا تمہیں معلوم ہے کہ میں کیوں شیعہ ہوا جبکہ اس مذہب کے سلسلے میں بالکل لاعلم تھا اور جو کچھ معلوم تھا میں اس سے بالکل بے خبر تھا۔

میں نے دریافت کیا۔ ماجرا کیا ہے؟

کہا ایک روز منصور دوانیقی نے میرے والد سے کہا کہ اس کے لئے ایک ہوشیار اور چالاک آدمی تلاش کرو تاکہ اسے ایک خاص کام پر مامور کیا جاسکے میرے والد نے اپنے ماموں کو منصور سے طلوایا۔ منصور نے انھیں بلایا اور ایک رقم ان کے حوالے کی اور کہا کہ مدینہ جاؤ۔ اور وہاں عبداللہ بن حسن بن الحسن اور ان کے دیگر رشتہ داروں سے ملاقات کرو اور خاص کر جعفر بن محمد سے۔ اور ان لوگوں سے کہو کہ میں اس شہر میں اجنبی ہوں۔ خراسان سے آیا ہوں۔ خراسان میں آپ کے ایک شیعہ دوست رہتے ہیں انھوں نے اپنا نمائندہ بنا کر مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے انھوں نے رقم آپ کے لئے بھیجی ہے اور مجھ سے کہا ہے کہ شرائط کے ساتھ ہر ایک کو کچھ نہ کچھ تقسیم کردوں۔ اور کیا اچھا ہوتا کہ یہ پیسہ لے کر آپ اپنے ہاتھوں سے ایک رسید تحریر فرمادیتے۔ جو میرے لئے ایک سند ہوتی جسے میں اپنے پاس رکھتا۔

میرے والد کے ماموں مدینہ گئے اور کچھ دنوں بعد واپس آئے اور منصور کے پاس گئے اس مجلس میں میرے والد بھی وہاں موجود تھے۔ منصور نے پوچھا کیا کیا؟

کہا میں نے ہر ایک سے ملاقات کی اور ہر ایک کو رقم دے کر رسید حاصل کرلی سوائے جعفر بن محمد کے۔ مسجد نبوی میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت وہ نماز پڑھ رہے تھے میں نماز تمام ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو میری طرف رجوع کرکے فرمایا خدا سے ڈرو اور اہل بیت پیغمبر کو دھوکا مت دو اور منصور سے بھی کہو کہ وہ خدا سے ڈرے

اور اہل بیت پیغمبر کو دھوکا نہ دے۔
میں نے کہا: آپ کیا فرمانا چاہ رہے ہیں؟
فرمایا ذرا نزدیک آؤ۔
اس کے بعد وہ تمام باتیں جو میرے اور تیرے درمیان ہوئی تھیں من و عن بیان کیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ جس وقت یہ گفتگو ہمارے درمیان ہو رہی تھی اس وقت وہ وہاں موجود تھے (۵۰)

(۳) ابو بصیر کا بیان ہے کہ میں حضرت امام صادق علیہ السلام کی خدمت اقدس میں تھا کہ "معلی بن خنیس" کا ذکر ہوا۔ امام نے فرمایا:
اے ابو بصیر! جو کچھ "معلی بن خنیس" کے بارے میں بیان کروں اسے پوشیدہ رکھو گے
عرض کی: مولا میں اسے پوشیدہ رکھوں گا۔
فرمایا: معلی اس وقت اپنی منزلت و مقام کو پہنچیں گے جب "داؤد بن علی" ان کے اوپر مصیبت نازل کرے گا۔
عرض کی: داؤد بن علی ان کے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟
فرمایا: ان کو اپنے دربار میں حاضر کرے گا، انھیں شہید کرے گا اور ان کے جسم کو دار پر لٹکائے گا۔ یہ واقعہ آئندہ سال واقع ہو گا۔
ایک سال بعد داؤد بن علی حاکم مدینہ بن کر آیا معلی بن خنیس کو اپنے دربار میں حاضر کیا اور ان سے چاہا کہ وہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے شیعوں کو بتلائیں۔ معلی نے اسے قبول نہیں کیا۔ حاکم مدینہ نے انھیں ڈرایا دھمکایا۔ اور کہا اگر نہیں بتاؤ گے تو تمہیں قتل کر دوں گا۔
معلی نے کہا: تم مجھے قتل کی دھمکی دیتے ہو قسم خدا کی اگر امام صادق علیہ السلام کے شیعہ میرے پیر کے نیچے ہوں تو ان کے اوپر سے ہرگز پیر نہیں اٹھاؤں گا۔ اور اگر مجھے قتل کرو گے تو یہ میرے لئے خوشی کا سبب ہو گا۔ اور اس طرح تم خود کو اپنے ہاتھوں بدبخت کرو گے۔
اور داؤد نے انھیں قتل کر دیا (۵۱)

(۴) علی بن حمزہ کا بیان ہے کہ:

بنی امیہ کے کارندوں سے ایک جوان میرا دوست تھا۔ اس نے مجھ سے اس بات کی فرمائش کی کہ میں حضرت صادق علیہ السلام سے اس کے لئے اجازت حاصل کروں تاکہ وہ امام کی خدمت میں شرفیاب ہو سکے۔

میں نے امام سے اجازت حاصل کی وہ جوان امام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا۔ آپ پر فدا ہو جاؤں۔ میں بنی امیہ کے کارندوں سے ہوں۔ اور میں نے کافی مال جمع کر رکھا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا۔ اگر بنی امیہ کے پاس تمہارے جیسے افراد نہ ہوتے تو ان میں اتنی جرات نہ ہوتی کہ وہ ہمارا حق چھین سکتے۔ اگر لوگ ان کی مدد نہ کرتے اور ان کو تنہا چھوڑ دیتے تو ان کے ہاتھ کچھ نہ لگتا۔

جوان نے کہا۔ آپ پر فدا ہو جاؤں۔ کیا میرے لئے کوئی راہ نجات ہے؟

امام نے فرمایا۔ اگر بتاؤں تو اسے انجام دو گے؟

جوان نے کہا۔ یقیناً انجام دوں گا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا۔ اس ذریعہ سے جو تم نے مال و متاع حاصل کیا ہے وہ ان کے مالکوں کو واپس کر دو اور جن کے مالکوں کو نہیں پہچانتے اسے صدقہ کر دو۔ اگر تم نے یہ کام کیا تو میں تمہارے لئے بہشت کی ضمانت لیتا ہوں۔

جوان نے سر جھکا لیا۔ تھوڑی دیر بعد سر اٹھایا۔ اور کہا آپ پر قربان ہو جاؤں اس کام کو ضرور کروں گا۔

جوان ہمارے ساتھ کوفہ واپس آیا اور جو کچھ تھا وہ ان کے مالکوں کو واپس کر دیا یہاں تک کہ لباس بھی واپس کر دیئے یا پھر صدقہ دے دیا۔ اس کے بعد وہ اتنا تہی دست ہو گیا کہ ہم نے اس کا لباس خریدا اور گزر بسر کے لئے اس کی مدد کی۔ چند ماہ گزرے تھے کہ جوان بیمار پڑ گیا ہم اس کی عیادت کے لئے جایا کرتے تھے۔ ایک روز اس کے پاس گئے دیکھا کہ وہ احتضار کے عالم میں ہے اس نے آنکھیں کھولیں اور کہا خدا کی قسم امام صادق علیہ السلام نے اپنا وعدہ وفا کیا۔

یہ جملہ کہہ کر وہ اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اور ہم نے اس کو دفن کیا۔ ایک مدت بعد امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امام نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا۔ میں نے جو

اس جوان سے وعدہ کیا تھا اسے وفا کر دیا۔

عرض کی آپ پر فدا ہو جاؤں' سچ فرما رہے ہیں۔ خدا کی قسم اس نے مرتے وقت یہی بات کہی تھی۔ (۵۲)

(۵) "سدیر صیرفی" کا بیان ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کی کچھ رقم میرے پاس تھی۔ جب میں وہ رقم واپس کرنے گیا تو اس میں سے ایک دینار اپنے پاس رکھ لیا تاکہ امام کے سلسلہ میں شیعوں کا جو عقیدہ ہے اس کی حقیقت معلوم ہو جائے۔

امام نے فرمایا: اے سدیر! تم نے ہمارے حق میں خیانت کی ہے لیکن اس عمل سے تمہارا مقصد ہم سے دور ہونا نہیں ہے۔

عرض کی۔ آپ پر فدا ہو جاؤں۔ مسئلہ کیا ہے؟

فرمایا۔ ہمارے حق سے ایک مقدار اپنے پاس رکھ لی ہے تاکہ ہمیں آزماؤ!

عرض کی۔ آپ پر قربان ہو جاؤں۔ سچ فرمایا۔ میں شیعوں کے عقیدے کی حقیقت معلوم کرنا چاہتا تھا۔

فرمایا! کیا نہیں جانتے جس چیز کی ہمیں ضرورت ہے ان سب کا ہمیں علم ہے..... پیغمبروں کا علم ہمارے علم میں شامل ہے اور ہمارے پاس محفوظ ہے۔ ہمارا علم پیغمبروں کے علم سے ہے۔ (۵۳)

اصحاب اور شاگردانِ امامؑ

جیسا کہ عرض کر چکے ہیں کہ اموی اور عباسی حکمران ائمہ علیہم السلام پر کڑی نظر رکھتے تھے بسا اوقات تو سختی اس حد تک بڑھ جاتی تھی کہ لوگوں کو ان سے ملنے تک نہیں دیا جاتا تھا لیکن بنی امیہ کا آخری دور اور بنی عباس کا ابتدائی دور جس میں آپس کی کشمکش کی بنا پر حکومت کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی تھی اس وقت تشنگان علم و دانش کو موقع ملا کہ وہ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے کسب فیض کر سکیں۔

طالبان علم و دانش اور دیانت کے متلاشی حضرات کو ائمہ علیہم السلام سے کسب فیض کرنے کا اتنا زیادہ اشتیاق تھا نہ صرف اس دور میں بلکہ سخت ترین اور دشوار ترین ایام میں بھی کم و بیش ائمہ علیہم السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور جس صورت سے بھی ممکن ہوتا تھا اپنے کو امام تک پہنچاتے تھے۔ اور اپنے مسائل کا حل دریافت کرتے تھے۔ بقدر ظرف استفادہ کرتے تھے اور ان کے خرمن کمالات سے خوشہ چینی کرتے تھے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کے زیر نگرانی بہت سے شاگردوں نے پرورش پائی مختلف میدانوں میں علوم و معارف اسلامی حاصل کر کے دوسروں تک پہنچائے۔ جناب شیخ طوسی نے اپنی کتاب

رجال" میں چار ہزار افراد کا تذکرہ کیا ہے جنھوں نے امام صادق علیہ السلام کے محضر درس سے علمی استفادہ کیا ہے' یا آپ سے روایت نقل کی ہے ہم ان اصحاب کی عزت اور ان کی زحمتوں کی قدر دانی کرتے ہوئے جو انھوں نے علوم و معارف کو دوسری نسلوں تک پہنچانے کے لئے گوارا کی ہے اختصار کے پیش نظر صرف تین افراد کا تذکرہ کرتے ہیں۔

(۱) حمران بن اعین شیبانی

اعین خاندان کے افراد عام طور سے خالص شیعہ اور ائمہ علیہم السلام کے دوستوں میں سے تھے انھیں خاندان رسالت سے خاص عقیدت تھی حمران اور آپ کے بھائی زرارہ آسمان شیعیت کے درخشندہ ستارے اور اپنے وقت کے نامور علماء اور فقہا میں سے تھے آپ لوگوں کا شمار امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہم السلام کے خاص اور عظیم اصحاب میں ہوتا تھا۔

امام جعفر صادقؑ نے ارشاد فرمایا۔

حمران بن اعین مرد با ایمان ہے اور خدا کی قسم یہ اپنے دین سے ہرگز برگشتہ نہیں ہوگا۔ امام نے مزید یہ بھی فرمایا حمران اہل بہشت سے ہے (۵۴)

زرارہ کا بیان ہے کہ میں نوجوانی کے عالم میں مدینہ گیا اور موسم حج میں منی گیا امام محمد باقر علیہ السلام کے خیمہ میں گیا اور سلام کیا امام نے جواب سلام دیا میں امام کے پاس بیٹھ گیا امام نے فرمایا اعین کی اولاد سے ہو؟

عرض کیا جی! میں زرارہ ہوں میرے والد کا نام اعین ہے

فرمایا۔ میں نے تمھیں شباہت سے پہچانا کیا تمھارے بھائی حمران بھی حج کرنے آئے ہیں؟۔

عرض کیا نہیں! لیکن آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا ہے

فرمایا! وہ حقیقی مومن ہے وہ ہرگز اپنے دین سے دست بردار نہیں ہوگا۔ جب اس سے ملاقات ہو تو میرا سلام کہدینا (۵۵)

خود حمران کا بیان ہے میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا' کیا میں آپ کے شیعوں میں سے ہوں؟۔

فرمایا! خدا کی قسم تم تو دنیا و آخرت دونوں جگہ ہمارے شیعوں میں سے ہو
اسباط بن سالم کی روایت ہے کہ
امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے ارشاد فرمایا قیامت میں ندا دی جائے گی " حواریین (اعوان و انصار) پیغمبر اسلام کہاں ہیں جنہوں نے اپنے عہد و پیمان کو نہیں توڑا۔ اور اپنے عہد و پیمان پر باقی رہے اور اسی حال میں دنیا سے رخصت ہوئے۔
اس وقت سلمان' ابوذر اور مقداد اٹھ کھڑے ہوں گے۔
اس کے بعد ایک ایک امام کا نام لے کر ان کے اصحاب اور اعوان کو بلایا جائے گا اور خاص خاص افراد اٹھ اٹھ کر سامنے آئیں گے یہاں تک کہ پانچویں امام اور چھٹے امام علیہما السلام کے مخصوص اصحاب کو آواز دی جائے گی۔ اس وقت عبداللہ بن شریک عامری' زرارۃ ابن اعین' یزید بن معاویہ' محمد بن مسلم' ابو بصیر مرادی' عبداللہ بن ابی یعفور' عامر بن عبداللہ' حجر بن زایدہ اور حمران بن اعین اٹھ کھڑے ہوں گے۔ (۵۵)
صفوان کا بیان ہے کہ
حمران اپنے دوستوں کے درمیان بیٹھتے تھے اور ہمیشہ ائمہ معصومین علیہم السلام سے روایات بیان کیا کرتے تھے اگر دوستوں میں کوئی شخص ائمہ علیہم السلام کے علاوہ کسی اور کی روایت بیان کرتا تھا تو وہ اس کو قبول نہیں کرتے تھے۔ اگر یہی بات (غیرائمہ علیہم السلام سے تین مرتبہ روایت ہو جاتی اور حمران کے اعتراض پر توجہ نہ دی جاتی تھی تو اس مجلس سے اٹھ جاتے تھے۔ (۵۸)
یونس بن یعقوب کا بیان ہے کہ
حمران علم کلام' عقائد بہت اچھی طرح سے جانتے تھے۔ (۵۹)
ہشام بن سالم کا بیان ہے کہ۔
میں امام صادق علیہ السلام کے چند اصحاب کے ہمراہ امام صادق علیہ السلام کی خدمت اقدس میں تھا اتنے میں ایک شامی وارد ہوا...... امام نے اس سے فرمایا کیا چاہتے ہو؟۔
کہنے لگا میں نے سنا ہے کہ آپ سے جو کچھ سوال کیا جاتا ہے آپ کو ان سب کا علم ہے اسی

لئے آپ کے پاس آیا ہوں تاکہ آپ سے مناظرہ کروں۔
فرمایا کس چیز کے بارے میں مناظرہ کرنا چاہتے ہو۔؟
کہنے لگا قرآن کے بارے میں
امام نے اسے حمران کے پاس بھیجا کہنے لگا میں آپ سے مناظرہ کرنے آیا ہوں حمران سے نہیں۔
فرمایا اگر حمران پر غالب آگئے تو گویا مجھ پر غلبہ حاصل کر لیا۔
وہ شامی حمران کے پاس آیا جو سوال کیا اس کا جواب سنا یہاں تک کہ تھک گیا امام نے اس سے پوچھا حمران کو کیسا پایا۔؟
کہنے لگا وہ ایک ماہر استاد ہیں جو کچھ پوچھا اس کا جواب پایا۔ (۶۰)

(۲) عبداللہ بن ابی یعفور

" عبداللہ بن ابی یعفور امام صادق علیہ السلام کے خاص اصحاب میں سے تھے۔ آپ معرفت امام میں اس قدر ڈوبے ہوئے تھے۔ کہ امام کی اطاعت اور پیروی کے علاوہ آپ سے اور کچھ نہ دیکھا گیا ایک مرتبہ امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا اگر آپ ایک انار کے دو ٹکڑے کریں اور فرمائیں اس کا ایک ٹکڑا حلال ہے اور دوسرا ٹکڑا حرام ہے گواہی دیتا ہوں آپ نے جسے حلال جانا ہے وہ حلال ہے اور جس کو حرام قرار دیں گے وہ حرام ہے۔ امام نے دو بار ارشاد فرمایا خدا تم پر رحمت نازل کرے۔ (۶۱)
عبداللہ ایک سخت مرض میں مبتلا ہوئے تو کبھی کبھی مرض شدت اختیار کر لیتا تھا لوگوں نے اس درد سے آرام حاصل کرنے کے لئے شراب تجویز کی تھی۔
عبداللہ امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ درد اور اس کی دوا کو بیان کیا اور کہا اگر شراب استعمال کی جائے تو فوراً آرام مل جائے گا۔
امام نے فرمایا شراب حرام ہے ہرگز اسے استعمال نہ کرو۔ یہ شیطان ہے جو دوا کے بہانے تمہیں شراب خواری پر آمادہ کر رہا ہے اگر تم اس کی نافرمانی کرو گے تو تم سے مایوس ہو جائے گا

اور دست بردار ہو جائے گا۔

ابن ابی یعفور کوفہ واپس آگئے۔ مرض پہلے سے زیادہ شدت کے ساتھ عود کر آیا۔ ان کے رشتہ دار شراب لائے تو فرمایا۔

خدا کی قسم ایک قطرہ بھی نہ پیئوں گا چند روز بستر پر پڑے رہے اور درد برداشت کرتے رہے آخر کو خداوند عالم نے انہیں ہمیشہ کے لئے شفا عطا کر دی۔ (۶۲)

ابن ابی یعفور نے امام صادق علیہ السلام کے زمانے میں دنیا سے رحلت فرمائی امام علیہ السلام نے مفضل بن عمر کو ایک خط تحریر فرمایا۔

اے مفضل میں تمہیں اس چیز کی نصیحت کر رہا ہوں جو میں نے عبداللہ بن ابی یعفور (خدا ان پر رحمتیں نازل کرے) کو کی تھی۔ خدا کی رحمت ہو ان پر وہ اس حال میں دنیا سے رخصت ہوئے کہ انہوں نے اپنے اس عہد و پیمان کو پورا کیا جو انہوں نے خدا' پیغمبر' اور اپنے امام وقت سے کیا تھا۔ خدا ان پر رحمت نازل کرے انہوں نے اس حال میں دنیا سے رحلت فرمائی کہ گناہیں بخش دی گئی تھیں اور رحمت الٰہی ان کے شامل حال تھی۔ ہمارے زمانے میں ان سے زیادہ کوئی خدا' اس کے پیغمبر اور اپنے امام کا اطاعت شعار نہ تھا۔ وہ ہمیشہ ہی سے ایسے تھے۔ یہاں تک کہ خدا نے ان کی قبض روح کی اور انہیں جنت میں منتقل کر دیا۔ (۶۳)

(۳) مفضل بن عمر جعفی

مفضل امام جعفر صادق علیہ السلام کے بہت ہی خاص اور عظیم صحابیوں میں سے تھے۔ آپ اپنے وقت کے فقیہ اور باوثوق صحابی تھے۔ (۶۴)

آپ امام سے کافی قریب تھے اور امام کے بعض امور کو آپ ہی انجام دیتے تھے۔ (۶۵) شیعوں کا ایک گروہ امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے مدینہ آیا اور امام سے اس بات کا تقاضا کیا کہ وہ کسی ایسے شخص کو بتلائیں کہ وقت ضرورت دینی امور میں اس کی طرف رجوع کیا جاسکے امام نے فرمایا جس کو جو سوال کرنا ہو وہ آکے خود مجھ سے دریافت کرے ان لوگوں نے اس بات پر اصرار کیا کہ آپ کسی ایک شخص کو معین فرمادیں۔ امام نے فرمایا

میں نے تمہارے لئے مفضل کو معین کیا ہے وہ جو کچھ کہیں اس کو قبول کرو کیونکہ وہ حق کے سوا اور کچھ نہیں کہتے۔ (۶۶)

امام صادق علیہ السلام نے اپنی چند مخصوص نشستوں میں مفضل کو توحید کا مفصل درس دیا کہ ان کا مجموعہ توحید مفضل کے نام سے مشہور ہے کتاب کے گزشتہ صفحات میں اس رسالہ کا تذکرہ ہوچکا ہے اور اس کا ترجمہ بھی بطور اختصار پیش کیا جاچکا ہے۔ یہ درس اس بات کے گواہ ہیں کہ مفضل پر امام کی مخصوص عنایت تھی۔ اور امام کے نزدیک ان کا ایک الگ اور بلند مقام تھا۔

امام کے نزدیک مفضل اتنا زیادہ عزیز تھے کہ ایک مرتبہ امام نے ان سے فرمایا خدا کی قسم میں تمہیں دوست رکھتا ہوں اور اس شخص کو بھی دوست رکھتا ہوں جو تمہیں دوست رکھے۔ (۶۷)

مفضل کے متعلق امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ مفضل میرے مونس اور میری راحت کا سبب ہیں۔ (۶۸)

جس وقت مفضل نے اس دنیا سے رحلت فرمائی آپ نے ارشاد فرمایا خدا ان پر رحمت نازل کرے وہ وفات پدر کے بعد پدر کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس وقت بھی وہ مطمئن اور آسودہ خاطر ہیں۔ (۶۹)

شہادتِ امامؑ

منصور دوانیقی بنی عباس کے ظالم و جابر اور ستمگر حکمرانوں میں سے تھا۔ اور خلفائے بنی عباس میں بدترین اور رذیل شخص تھا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام پر زیادہ سے زیادہ سختیاں کرتا تھا۔ اپنے بدترین اور سخت جاسوس آپ پر مامور کر دیئے تھے۔ امام علیہ السلام کو اذیت دینے کے لئے آزار پہنچانے کے لئے اور قتل کرنے کے لئے بارہا اپنے پاس بلایا چونکہ تقدیر میں نہ تھا۔ لہٰذا وہ اپنی ناپاک نیت میں کامیاب نہ ہو پاتا تھا۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا بیان ہے کہ۔

ایک بار منصور نے میرے والد کو طلب کیا تاکہ وہ انھیں قتل کرے۔ اس کے لئے اس نے شمشیر اور بساط بھی آمادہ کر رکھی تھی۔ ربیع (جو منصور کے درباریوں میں سے تھا) کو اس بات کا حکم دیا کہ جب " جعفر بن محمد " میرے پاس آئیں اور میں ان سے گفتگو کرنے لگوں تو جس وقت میں ہاتھ پر ہاتھ ماروں اس وقت تم ان کی گردن اڑا دینا۔

امام علیہ السلام وارد ہوئے منصور کی نظر جیسے ہی امامؑ پر پڑی بے اختیار اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور امامؑ کو خوش آمدید کہا۔ اور اس بات کا اظہار کیا کہ میں نے آپ کو اس لئے بلایا ہے

تاکہ آپ کے قرضوں کو چکادوں۔ اس کے بعد خوش روئی سے امامؑ کے اعزاء و اقارب کے حالات دریافت کر کے، ربیع کی طرف رخ کر کے کہنے لگا۔ تین روز بعد امامؑ کو ان کے اعزا و اقارب کے پاس پہنچادینا۔ (۷۰)

آخر منصور امامؑ کو برداشت نہ کرسکا جن کی امامت کا آوازہ اور رہبری کا شہرہ ملت اسلامیہ کے گوشہ گوشہ میں تھا۔ شوال ۱۴۸ ہجری میں امامؑ کو زہر دیا۔ امام علیہ السلام نے ۲۵ شوال کو ۶۵ برس کی عمر میں شہادت پائی۔ آپ کے جسم اطہر کو قبرستان بقیع میں امام محمد باقر علیہ السلام کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ (۷۱)

اس وقت کتنا مناسب ہوگا اگر ہم امامؑ عالیقدر کے سوگ میں ان اشعار کو دہرائیں اور اشک بہائیں۔ جو شیعہ شاعر "ابو ہریرہ عجلی" نے امامؑ کی شہادت پر کہے ہیں۔

اقول وقد راحوا بہ یحملونہ
علی کاھل من حاملیہ وعاتق
اتدرون ماذا تحملون الی الثریٰ
ثبیراً ثویٰ من راس علیاء شاھق
غداۃ حثی الحاثون فوق ضریحہ
ترابا واولیٰ کان فوق المفارق (۷۲)

"وہ لوگ جو امام علیہ السلام کے جسم اطہر کو اپنے شانوں اور سروں پر رکھے قبرستان کی طرف لے جارہے تھے۔ میں نے ان سے کہا۔

کیا جانتے ہو! اس عظیم شخصیت کو خاک میں دفن کرنے جارہے ہو یقیناً وہ اوج و رفعت کا ایک بلند ترین کوہسار تھے جو نشیب میں آکر ایک قبرستان میں دفن ہورہا ہے۔

کل صبح لوگ اس کی قبر مطہر پر خاک ڈالیں گے۔

سزاوار تو یہ ہے کہ ان کے غم میں ہم اپنے سروں پر خاک اڑائیں۔

امام علیہ السلام کی شہادت سے یقیناً تاریخ انسانیت اور اسلام نے ایک ایسے گوہر آبدار کو ہاتھوں سے دیا ہے کہ اگر امامت کے سلسلے میں چھ امام اور نہ ہوتے تو یہ بات یقین سے کہی

جاسکتی تھی کہ دنیا قیامت تک ایسا انسان پیدا کرنے سے عاجز ہے۔
خدا، فرشتے، صالح بندوں اور مومنین کا سلام ہو آپ کی روح پاک پر۔

آخری وصیت

ابو بصیر (جن کا شمار امامؑ کے عظیم صحابیوں میں ہوتا ہے) کا بیان ہے کہ امامؑ کی شہادت کے بعد آپ کی زوجہ محترمہ "ام حمیدہ" کو تعزیت پیش کرنے امام علیہ السلام کے گھر گیا۔ امامؑ کے سوگ میں ہم دونوں شدت سے روئے۔ اس وقت انھوں نے مجھ سے فرمایا۔
اے ابو بصیر! اگر امامؑ کی شہادت کے وقت ہوتے تو تعجب کرتے کیونکہ امامؑ نے اپنی آنکھوں کو کھولا اور فرمایا۔
میرے اعزاء و اقارب کو میرے پاس بلایا جائے۔ جب سب جمع ہو گئے تو امامؑ نے سب کو ایک نظر دیکھا اور فرمایا۔ "ان شفاعتنا لا تنال مستخفا بالصلوة" ہم ائمہ کی شفاعت اس شخص کے شامل حال نہیں ہوگی جو نماز کو سبک (ہلکا) سمجھے گا۔ (۷۳)

اقوال امامؑ

خاتمہ کتاب میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے چند اقوال کی طرف قارئین کی توجہ کرانا چاہتے ہیں۔ اس امید و آرزو کے ساتھ کہ امام علیہ السلام کے یہ کلمات ہمارے دل نشین ہوجائیں۔ اور ہماری رفتار و کردار، عادات و اطوار اس سے متاثر ہوں، دلوں کو نور ملے، ایمان میں اضافہ ہو۔ اور ہماری عملی زندگی کے لئے رہنما قرار پائیں۔

(۱) ان المسلم اذا جاء اخوہ المسلم فقام معہ فی حاجتہ کان کالمجاھد فی سبیل اللہ عزوجل (۷۴)

اگر کوئی مسلم اپنے مسلمان بھائی کے پاس جائے اور وہ اس کی ضرورت کو پورا کرنے کی سعی و کوشش کرے تو یہ شخص اس کے مانند ہے جو راہ خدا میں جہاد کر رہا ہو۔

(۲) "قال اللہ عزوجل الخلق عیالی فاحبھم الی الطفھم بھم واسعاھم فی حوائجھم" (۷۵)

خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ۔ لوگ میرے عیال ہیں ۔ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو لوگوں کے ساتھ سب سے زیادہ مدارات کرے اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے میں سب سے زیادہ سعی و کوشش کرے ۔

(۳) " وجدت علم الناس کلها فی اربع اولها ان تعرف ربک والثانی ان تعرف ماصنع بک والثالث ان تعرف ما اراد منک والرابع ان تعرف ما یخرجک من دینک " (۷۶)

میں نے تمام مفید علم و دانش کو چار چیزوں میں پایا ۔ (۱) اپنے پروردگار کی معرفت حاصل کرو (۲) یہ جانو کہ خدا نے تمہارے ساتھ کیا کیا ہے اور کیا کیا نعمتیں دی ہیں (۳) یہ پہچانو کہ خدا کا تم سے مطالبہ کیا ہے ' تمہاری ذمہ داری کیا ہے ۔ (۴) یہ معلوم کرو کہ کونسی چیز تمہیں تمہارے دین سے خارج کردے گی ۔

(۴) " اربعة من اخلاق الانبیاء البر والسخاء والصبر علی النائبة والقیام بحق المومن " (۷۷)

چار خصلتیں انبیاء کے اخلاق میں ہیں ۔ (۱) نیکی کرنا (۲) سخاوت کرنا (۳) مصیبت پر صبر کرنا (۴) مومن کے حقوق کی رعایت کرنا ۔

(۵) " المومن بین مخافتین ! ذنب قد مضیٰ لا یدری ما صنع اللہ فیه و عمر قد بقی لا یدری ما یکتسب فیه من المهالک ' فهو لا یصبح الا خائفاً ولا یمسی الا خائفاً و لا یصلحه الا الخوف " (۷۸)

" مومن دو خوف کے درمیان ہے (الف) گزشتہ گناہ ' نہیں جانتا کہ خدا ان کے سلسلے میں اس کے ساتھ کیا کرے گا (ب) باقی ماندہ عمر نہیں معلوم کہ اس میں کونسا گناہ اس سے سرزد ہوگا ۔ اور کس ہلاکت میں پڑے گا ۔ وہ رات گزار کر صبح نہیں کرتا مگر خوف و ترس کے عالم میں اور دن کاٹ کر رات نہیں آتی مگر خوف و ہراس کے ساتھ ۔ کوئی چیز اس کی اصلاح نہیں کرسکتی مگر خوف خدا ۔ "

(۶) " لا یستکمل عبد حقیقة الایمان حتی تکون فیه خصال ثلاث ۔ الفقه فی الدین و حسن التقدیر فی المعیشة والصبر علی الرزایا (۷۹)

" کوئی بندۂ مومن اس وقت تک کمال ایمان کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکتا جب تک اس میں

یہ تین خصلتیں نہ پائی جائیں ۔ (۱) دین میں فہم اور بصیرت (۲) معیشت میں میانہ روی (۳) مصیبتوں پر صبر۔"

(۷) " ثلاثة لا تعرف الا فی ثلث مواطن ! لا يعرف الحليم الا عند الغضب ولا الشجاع الا عند الحرب ولا اخ الا عند الحاجة " (۸۰)

تین آدمی تین جگہوں پر پہچانے جاتے ہیں ۔ حلیم اور بردبار غصہ کے وقت ' دلیر و شجاع جنگ کے وقت ' اور دوست و بھائی ضرورت کے وقت ۔

(۸) " لا يستغني اهل كل بلد عن ثلاثة يفزع اليه فی امر دنيا هم واخر تهم فان عدموا ذالك كانوا همجا ۔ فقيه عالم ورع وامير خير مطاع و طبيب بصير ثقة " (۸۱)

تمام کے تمام اہل شہر اپنے دینی اور دنیوی امور میں تین لوگوں سے بے نیاز نہیں ہیں ۔ عالم و پارسا فقیہ (عالم دین) سے ' خیر خواہ اور صاحب اطاعت حاکم سے ' اور حاذق اور مورد اعتماد طبیب سے ۔

(۹) ہم تمام خوبیوں اور نیکیوں کی اصل ہیں ' تمام نیکیاں ہماری ہی شاخ و برگ ہیں ۔ توحید ' روزہ ' غصہ کو پی جانا ' عفو و در گذر ' غریبوں پر رحم ' ہمسایہ کے حقوق کا لحاظ و پاس ' صاحبان فضیلت کا اعتراف ۔ ان تمام چیزوں کا شمار نیکیوں میں ہوتا ہے ۔

ہمارے دشمن تمام برائی اور شر کی جڑ ہیں ۔ تمام خرابیاں فتنہ و فساد انہی کے درخت کی ٹہنیاں اور پتے ہیں ۔ جیسے جھوٹ ' بخل ' چغل خوری ' قطع رحم ' سود خوری ' یتیم کا مال کھانا ' خدا کے معین کردہ حدود سے تجاوز کرنا ' پوشیدہ اور آشکارا طور پر گناہ کرنا ' زنا ' چوری ۔

وہ شخص جھوٹا ہے جو خود کو ہمارا شیعہ جانتا ہے ۔ درانحالیکہ وہ ہمارے دشمنوں کی شاخ و برگ سے چمٹا ہوا ہے ۔ (۸۲)

پروردگار ! خدایا ! بار الہا !

ہمیں توفیق دے کہ ہم محمد اور آل محمد علیہم السلام کے بتائے ہوئے راستہ پر چل سکیں ' ان کی تعلیمات کو بہتر سے بہتر درک کر سکیں اور دوسروں تک پہنچا سکیں ۔ ہماری تکیہ گاہ تو ہے ' تو ہی بہترین توفیق دینے والا ہے تیری ہی طرف ہماری بازگشت ہے ۔

ماخذ

(۱) اعلام الوری صفحہ ۳۲۱
(۲) کافی جلد ۱ صفحہ ۳۷۲
(۳) اعلام الوری صفحہ ۳۲۱' ہشام نے ۱۰۵ھ میں حکومت حاصل کی اور ۱۵۸ھ میں منصور دوانیقی کا انتقال ہوا (تتمۃ المنتہی تالیف شیخ عباس قمی)
(۴) ارشاد مفید صفحہ ۳۲۱ مناقب ج ۴ صفحہ ۲۸۰
(۵) کافی جلد ۵ صفحہ ۷۷ بحار ج ۴۷ صفحہ ۵۵
(۶) کافی ج ۵ صفحہ ۷۰ بحار ج ۴۷ صفحہ ۵۹ (احب ان یتاذی الرجل بحرالشمس فی طلب المعیشۃ)
(۷) کافی جلد ۵ صفحہ ۷۸ بحار ج ۴۷ صفحہ ۵۹ (یا معاوف مجالدۃ السیوف اھون من طلب الحلال)
(۸) کافی جلد ۲ صفحہ ۲۰۹
(۹) کافی جلد ۶ صفحہ ۳۴۸ بحار ج ۴۷ صفحہ ۳۹
(۱۰) بحار ج ۴۷ صفحہ ۲۳۹ نقل از اعلام الوری (یہ واقعہ شہید مرتضیٰ مطہری کی کتاب "داستان راستان" سے نقل کیا گیا ہے ج ۱ صفحہ ۱۷۳)
(۱۱) کافی ج ۶ صفحہ ۱۸۱ بحار ج ۴۷ صفحہ ۳۳
(۱۲) کافی ج ۳ صفحہ ۳۹

(۱۳) بحار ج ۴۷ صفحہ ۲۹ از نقل خصال، علل الشرائع، امالی صدوق، اور مناقب ابن شہر آشوب مازندرانی ۔

(۱۴) کافی ج ۳ صفحہ ۲۲۵ بحار ج ۴۷ صفحہ ۴۹

(۱۵) مناقب ج ۴ صفحہ ۲۷۴ کافی ج ۲ صفحہ ۴

(۱۶) کافی جلد ۴ صفحہ ۸، ثواب الاعمال صفحہ ۱۷۳، بحار ج ۴۷ صفحہ ۲۰ (لو عرفوا الحق لواسیناهم بالنفسه)

(۱۷) کافی جلد ۴ صفحہ ۸، بحار ج ۴۷ صفحہ ۳۸

(۱۸) الامام الصادق ج ۱ صفحہ ۳۳ ۔ ۳۷ مختصر سے تفاوت کے ساتھ تتمۃ المنتہی صفحہ ۵۷ ۔ ۱۴۳ ۔

(۱۹) کامل ابن اثیر ج ۴ صفحہ ۵۲۱، ۵۲۲

(۲۰) تاریخ طبری ج ۸ صفحہ ۸۷، ۱۸ طبع لندن

(۲۱) دلائل الامامہ طبری شیعی صفحہ ۱۴۳، ۱۰۶ دوسرا اڈیشن طبع نجف

(۲۲) تتمۃ المنتہی صفحہ ۱۰، ۱۳ اور ۴۷

(۲۳) بحار الانوار ج ۴۷ صفحہ ۱۷۱ بنا بر نقل خرائج راوندی

(۲۴) جامع الرواۃ ج ۱ صفحہ ۳۵۰ اور ج ۲ صفحہ ۳۴۷، تحفۃ الاحباب صفحہ ۱۷۹، تتمۃ المنتہی، ج ۱ صفحہ ۱۹۵

(۲۵) تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۴۳، الامام الصادق ج ۵ صفحہ ۳۵

(۲۶) مروج الذہب ج ۳ صفحہ ۳۰۹

(۲۷) وسائل الشیعہ ج ۴ صفحہ ۱۳۹ نقل از کافی و تہذیب الاحکام

(۲۸) کشف الغمہ ج ۲ صفحہ ۳۴۴ الامام الصادق ج ۳ صفحہ ۲۱ نقل از حلیۃ الاولیاء

(۲۹) کشف الغمہ ج ۲ صفحہ ۳۲۸، بحار ج ۴۷ صفحہ ۱۸۴

(۳۰) الفصول المہمہ صفحہ ۲۳۶

(۳۱) امالی شیخ طوسی صفحہ ۳۱، بحار ج ۴۷ صفحہ ۱۹۵

(۳۲) عیون اخبار الرضا ج ا صفحہ ۲۴۸
(۳۳) ارشاد مفید صفحہ ۲۵۱
(۳۴) ارشاد مفید صفحہ ۲۵۱
(۳۵) ارشاد مفید صفحہ ۲۵۱
(۳۶) ارشاد مفید صفحہ ۲۵۱
(۳۷) عمدۃ الطالب صفحہ ۲۲۸
(۳۸) ارشاد مفید صفحہ ۲۵۲ ' عمدۃ الطالب صفحہ ۲۳۰ ' منتہی الآمال ج ۲ صفحہ ۳۴
(۳۹) ارشاد مفید صفحہ ۲۵۲
(۴۰) رجال ممقانی ج ا صفحہ ۳۶۸ نقل از رجال کشی
(۴۱) رجال ممقانی ج ا صفحہ ۳۶۸ ' عیون اخبار الرضا ج ا صفحہ ۲۴۹
(۴۲) بحار جلد ۷ ۳ صفحہ ۱۹ نقل از امالی صدوق
(۴۳) اصول کافی جلد ا صفحہ ۷۳ حدیث ۲ از کتب توحید
(۴۴) اصول کافی جلد ا صفحہ ۷۹ حدیث ۴ از کتب توحید
(۴۵) اصول کافی جلد ا صفحہ ۸۳
(۴۶) منحولہ ' تلخیص اور ترجمہ آقائی علی اصغر تمیمی جو متعدد بار طبع ہوا ہے
(۴۷) کشف المحجہ صفحہ ۹
(۴۸) امان الاخطار صفحہ ۷۸
(۴۹) منتہی الآمال باب سوانح عمری حضرت سجاد علیہ السلام ' حالات جناب یحیٰی بن زید اور مقدمہ صحیفہ سجادیہ کے اکثر مطبوعہ نسخے
(۵۰) کافی ج ا صفحہ ۴۷۵ ' بصائر الدرجات صفحہ ۲۳۵ مناقب ج ۴ صفحہ ۲۲۰ ' بحار ج ۴۷ صفحہ ۷۳ اور خرائج راوندی
(۵۱) بحار ج ۴۷ صفحہ ۷۹ ' مناقب ج ۴ صفحہ ۲۲۵
(۵۲) بحار ج ۴۷ صفحہ ۷۸ ' مناقب ج ۴ صفحہ ۲۲۰

(۵۳) مناقب ج ۴ صفحہ ۲۴۷، بحار ج ۴۷ صفحہ ۳۰
(۵۴) رجال کشی صفحہ ۱۷۶
(۵۵) رجال کشی صفحہ ۱۷۸
(۵۶) رجال کشی صفحہ ۳۴۴
(۵۷) رجال کشی صفحہ ۱۰
(۵۸) رجال کشی صفحہ ۱۷۹
(۵۹) تحفۃ الاحباب صفحہ ۷۷
(۶۰) رجال کشی صفحہ ۲۷۶
(۶۱) رجال کشی صفحہ ۲۲۹، معجم رجال الحدیث ج ۱ صفحہ ۱۰۳
(۶۲) رجال کشی صفحہ ۲۲۹ اختصار کے ساتھ
(۶۳) رجال کشی صفحہ ۲۲۹ اختصار کے ساتھ
(۶۴) جامع الرواۃ ج ۲ صفحہ ۲۵۸
(۶۵) جامع الرواۃ ج ۲ صفحہ ۲۵۸
(۶۶) رجال کشی صفحہ ۳۲۷
(۶۷) بحار ج ۴۷ صفحہ ۳۹۵، اختصاص شیخ مفید صفحہ ۲۴۹
(۶۸) تحفۃ الاحباب صفحہ ۳۷۶
(۶۹) تحفۃ الاحباب صفحہ ۳۷۶
(۷۰) عیون اخبار الرضا ج ۱ صفحہ ۳۰۳، بحار ج ۴۷ صفحہ ۲۴۳
(۷۱) اعلام الوریٰ صفحہ ۲۶۹، کافی ج ۱ صفحہ ۴۷۲، جنات الخلود صفحہ ۲۷
(۷۲) منتہی الآمال باب سوانح عمری حضرت امام صادق علیہ السلام صفحہ ۲۷
(۷۳) امالی صدوق صفحہ ۲۹۰، وسائل شیعہ ج ۳ صفحہ ۱۷
(۷۴) مستدرک ج ۲ صفحہ ۳۰۷
(۷۵) کافی ج ۲ صفحہ ۱۹۹

(۷۶) ارشاد مفید صفحہ ۲۶۵
(۷۷) تحف العقول صفحہ ۳۷۵
(۷۸) تحف العقول صفحہ ۳۷۷
(۷۹) تحف العقول صفحہ ۳۳۲
(۸۰) تحف العقول صفحہ ۳۲۹
(۸۱) تحف العقول صفحہ ۳۲۷
(۸۲) الامام الصادق ج ۳ صفحہ ۳۸

رہنمائے کتاب

کسی قوم کی قدر و قیمت اور خدمات جاننے کا پیمانہ اُسکی تصانیف و تالیفات ہیں

گرانقدر مطبوعات

- کتاب المومن
- درس قرآن
- مکتب تشیع اور قرآن
- مذہب اہل بیتؑ
- فلسفۂ امامت
- تعلیم دین سادہ زبان میں (چار جلد)
- آسان عقائد (دو جلد)
- شیعیت کا آغاز کب اور کیسے
- ہمارا پیام
- آزمائش
- اہل بیتؑ کی زندگی، مقاصد کا ہم آہنگی نمونہ (امام ہشتم)
- صدائے حضرت سجادؑ
- امریت کے خلاف ائمہ اطہار کی جدوجہد
- عزاداری ساحیاء امر ائمہؑ
- تفسیر عاشورا
- انقلاب حسینؑ
- حسین شناسی
- پیام شہیداں
- عاشورا اور خواتین
- عورت پردے کی آغوش میں
- آسان مسائل
- مادیت و کمیونزم
- عوامی حکومت یا ولایت فقیہ
- آئین وہابیت
- نہج البلاغہ سے چند منتخب نصیحتیں
- ۲۰ جواب
- عظیم لوگوں کی کامیابی کے راز
- حضرت محمدؐ
- حضرت فاطمہؑ
- حضرت علیؑ
- حضرات حسنینؑ
- حضرت امام زین العابدینؑ
- حضرت امام محمد باقرؑ
- حضرت امام جعفر صادقؑ
- حضرت امام موسیٰ کاظمؑ
- حضرت امام علی رضاؑ
- حضرت امام محمد تقیؑ
- حضرت امام علی نقیؑ
- حضرت امام حسن عسکریؑ
- حضرت امام مہدیؑ
- اسلامی اتحاد، مکتب اہل بیتؑ کی روشنی میں
- دعائے افتتاح

دار الثقافة الاسلامية پاکستان

عرصہ دراز سے ایسی کتب کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی تھی جو اسلامی عقائد کو دقیق، مستدل اور عالمانہ انداز کے ساتھ ساتھ جاذب اور دلکش پیرائے میں تمام اہل ایمان خصوصاً نوجوانوں کے سامنے پیش کر سکیں

"آسان عقائد"

اسی سلسلہ میں ہماری پہلی پیشکش ہے جس کی دو جلدوں میں اصول دین پر نہایت علمی اور سلیس انداز میں گفتگو کی گئی ہے

جلد اوّل

- توحید
- عدل
- نبوت

جلد دوم

- امامت
- ولایت فقیہ (ضمیمہ)
- معاد

تالیف: مجلس مصنفین

سفید کاغذ	عمدہ طباعت	قیمت فی جلد -/۳۰ روپے